KSK Novels

Digest Novels Lovers Group ❤❤

سائرہ یامین راؤ

عشق رنگ بدلتا ہے

ناولٹ

یہ بدتمیز ڈرائیور کہاں چلا گیا اب، اتنی شدید گرمی میں گھنٹہ بھر سے یہاں رکے ہوئے ہیں، کیا مجال جو کوسٹر چلنے کا نام لے لے۔"

عنیزہ عرف عینی نے گرمی کی شدت سے بلبلا کر اپنے کٹے ہوئے بالوں کو دونوں ہاتھوں میں سمیٹ کر اوپر اٹھایا، تاکہ پسینے میں ڈوبی گردن کو ہوا لگ سکے۔ دوپٹے کو پنکھے کی طرح جھلایا۔

"یار کہیں بیٹھا چائے پی رہا ہوگا، یہ لوگ سات آٹھ روٹیاں کھا کر، دو تین پیالے چائے پی کر چھ سات سگریٹ نہ پھونک لیں، ڈرائیونگ نہیں کر سکتے، سواریاں بھلے جائیں بھاڑ میں" شہرینہ نے بھی جل بھن کر ڈرائیور کے کھانے کا شیڈول بتایا۔

"مائی گاڈ، انکل کتنے سخت ہیں، اپنی گاڑی دینے کی بجائے بس میں بھیج دیا، اور یہ عینی! بہت شوق تھا محترمہ کو ایڈونچر کا، کوسٹر میں چلتے ہیں، بہت مزا آئے گا۔"

سنبل نے عینی کی نقل اتاری۔

وہ تینوں خشوع خضوع سے ڈرائیور کی شان میں قصیدہ گوئی میں مصروف تھیں، واقعی سخت گرمی، اور مسافروں کے احتجاج کے باوجود کوسٹر چلنے کا کوئی امکان نہ تھا، پتا نہیں وہ کہاں غائب ہو گیا تھا۔ ان کی کھڑکی کے ساتھ ہی ٹیک لگائے ایک اسمارٹ سا نوجوان کھڑا تھا، اس کی پشت ان کی طرف تھی، مرد حضرات سب ہی کوسٹر سے اتر کر سڑک پر ٹہل رہے تھے کچھ درختوں کی چھاؤں میں کھڑے تھے، کچھ لوگ ہوٹل سے بوتلیں لے کر پی رہے تھے، ٹھنڈے مشروبات اور خوانچے والوں کی چاندی ہو رہی تھی۔

"ایکسکیوز می!" عینی نے کھڑکی سے سر نکال کر قریب کھڑے اسمارٹ بندے کو شائستگی سے پکارا۔

"جی فرمائیے۔" جونہی اس نے منہ موڑ کر اپنی مردانہ، خوب صورت گمبھیر آواز میں پوچھا تو وہ سب حیرانی سے اسے دیکھے گئیں۔

"زبردست پرسنالٹی ہے۔" عینی نے بھی دل میں اعتراف کیا۔ بلیو جینز اور لائٹ اسکائی بلیو شرٹ میں وہ بہت سج رہا تھا۔

"دیکھیں پلیز، اگر آپ مائنڈ نہ کریں تو ذرا ڈرائیور کا پتا کر لیں، اتنی دیر ہو گئی ہے، پتا نہیں بے وقوف کہاں چلا گیا ہے! اسے کیا پتا، ہمارا وقت کتنا قیمتی ہے، پہلے ایڈوانس رقم بٹور لیتے ہیں، پھر خوب تنگ کرتے ہیں، بے بس مجبور مسافر کیا کر سکتے ہیں۔"

اس نے سارا غصہ اس پر اتارا، اس وقت اگر ڈرائیور خدانخواستہ اس کے ہاتھ لگ جاتا تو شامت آجاتی اس کی۔ وہ تو اپنی گاڑی کے ڈرائیور یونس کو ذرا سی کوتاہی پر بری طرح ڈانٹ دیتی تھی، یہاں تو بس نہیں چل رہا تھا۔ عام سواریوں کی طرح، زندگی میں پہلی بار محض ایڈونچر کے شوق میں اور کچھ اس کی گاڑی خراب تھی، جو وہ یہاں موجود تھی۔

محترمہ ڈرائیور تو اب چھٹی کر گیا ہے، اس کی خالہ فوت ہو گئی ہیں۔ متبادل بندوبست کیا جا رہا ہے۔ صبر کریں، ابھی انتظام ہو جائے گا۔" وہ اس کے اکھڑ اور حاکمانہ لہجے کے برعکس نہایت ٹھنڈے انداز میں بولا۔

"ایک تو ان غریب لوگوں کا ہر روز کوئی نہ کوئی مرجاتا ہے' بہانے بنانے تو ان جاہلوں کو خوب آتے ہیں۔ اور یہ جوان گاڑیوں کے مالک حضرات ہیں' یہ ٹھیکے سے کیوں نہیں بندوبست کر کے رکھتے' اس طرح لوگوں کو پریشان کر کے خود مزے سے اپنے گھروں میں موج کرتے ہیں۔" اس کے غصیلے لہجے پر نہ جانے کیوں اس بندے کا رنگ سرخ ہو گیا کڑی' تنبیہی نگاہ ڈال کر بولا۔

"محترمہ بسوں' ویگنوں میں سفر کرنے والوں کو اکثر وبیشتر ایسے واقعات پیش آتے ہی رہتے ہیں۔ اور پھر موت کا تو نہ وقت مقرر ہوتا ہے اور نہ ہی پیشگی علم ہوتا ہے' ڈرائیور کو مجبوری کی بنا پر جانا پڑا تھا' اب متبادل انتظام میں وقت تو لگے گا۔"

"پتا نہیں کتنا وقت لگے گا' آج کا دن نہ جانے کیسا ہے' میرے خدا' کم از کم اے سی تو آن کر دیں گرمی نے برا حال کر رکھا ہے۔" اس بندے کی بات سن کر عینی نے برا سا منہ بنا کر ان کی طرف رخ موڑ کر کہا' وہ دونوں خاموشی سے ضبط کر رہی تھیں' تھوڑی دیر بعد سب لوگ کوسٹر میں سوار ہونے لگے۔

"میرا خیال ہے ڈرائیور کا بندوبست ہو گیا۔" منیحہ نے اچک کر سیٹ سے آگے دیکھنے کی کوشش کی' ان کی سیٹیں سب سے پیچھے تھیں' مرد حضرات آگے کھڑے تھے۔ کوسٹر چلنے سے اس نے سکون کا سانس لیا۔

مگر اب نیا مسئلہ اٹھ کھڑا ہوا تھا۔ ان کی نشستیں سب سے پیچھے تھیں' اسی لیے کولنگ بہت کم لگ رہی تھی' کچھ اے سی بھی بہت آہستہ آہستہ چل رہا تھا' بہت دیر تک تو وہ ضبط سے بیٹھی رہیں۔ اگلی نشستوں پر بیٹھے ایک دو لوگوں نے جب اے سی کے بارے میں ڈرائیور سے شکایت کی تو ضبط کرتی عینی کو موقع مل گیا۔

"یہ اے سی بند کر دیں' اور کھڑکیاں کھول دیں' تاکہ ہوا سے کم از کم پسینہ تو خشک ہو جائے' اتنی گھٹن اور گرمی ہے' چلنے سے پہلے چیک تو کرنا چاہیے تھا کہ ٹھیک کام کر رہا ہے یا نہیں۔" وہ بہت زور زور سے بول رہی تھی۔ سبھی لوگوں نے پیچھے مڑ کر ان کی طرف دیکھا۔ ثمرینہ عرف شیریں کو بہت عجیب لگ رہا تھا' اس نے بازو دبا کر اسے آہستہ سے خاموش ہونے کو کہا۔

"ارے کیوں چپ رہوں' جب ہم سے اس سہولت کے پیسے چارج کیے گئے ہیں تو پرووائیڈ کیوں نہیں کرتے۔" اس کی آواز خوب گونج رہی تھی۔

"بہن جی اس جنگل' ویرانے وچ تو اے سی ٹھیک نہیں ہو سکتا' اور نہ ہم ٹھیک کروا سکتے ہیں' یہ تو مالکوں کا کام ہے۔ ملتان پہنچ کر ہی ٹھیک ہو گا ہن تو۔"

کنڈیکٹر ٹائپ بندہ اس کی مسلسل بکواس سے تنگ آکر فرنٹ سیٹ سے اٹھ کر بولا۔

"او نو' ملتان تو بہت دور ہے ابھی' جب تک تو حشر ہو جائے گا' اس عینی کے ایڈونچر نے مروا دیا' ورنہ انکل سے کہہ کر میں جیپ کا بندوبست کروا ہی لیتی' اب بلاوجہ ہنگامہ مت کرو' سب لوگ متوجہ ہو رہے ہیں' خاموشی سے بیٹھو۔"

منیحہ نے عینی کو ڈانٹا' بہت سے مرد بار بار مڑ کر ان کی طرف دیکھ رہے تھے' انہیں شدید کوفت ہوئی' وہ بھی صورت حال کا احساس کر کے چپ ہو گئی تھی' ورنہ اس موٹو کا سر ضرور پھاڑ دیتی جو بار بار مڑ کر اس کی طرف خاصی نشیلی نگاہوں سے دیکھتا تھا۔

پھر وہ آپس میں جو باتیں کرنا شروع ہوئیں تو وقت گزرنے کا احساس ہی نہ ہوا۔ سفر تیزی سے کٹ رہا تھا۔

وہ تینوں دادی اماں سے ملنے ملتان جا رہی تھیں' منیحہ اور شیریں اس کی چچازاد بہنیں تھیں' تینوں سہیلیاں اور ہم جماعت تھیں' بی اے کے امتحانوں سے فراغت کے فوراً بعد انہوں نے گھومنے پھرنے کا پروگرام ترتیب دے دیا' پچھلے دنوں ہی وہ پندرہ دن اسلام آباد خالہ کے ہاں رہ کر آئی تھیں' اور اب آتے ہی دادی جان کا بلاوا آگیا' منیحہ اور شیریں تو پہلے ہی تیار تھیں' اسے بھی منا لیا کہ اس کے بغیر کہیں بھی آنے جانے کا مزا نہیں آتا تھا۔ اس کی گاڑی خراب تھی اور پاپا اپنی گاڑی اتنے دنوں کے لیے نہیں دے

سکتے تھے' پھر عینی نے بھی اصرار کیا کہ وہ کوسٹر کے سفر کا مزا اٹھانا چاہتی تھی۔ اس کے لیے یہ سفر ایڈونچر تھا' مگر گرمی کی شدت اور طویل سفر میں کوسٹر کے جھٹکوں نے ایڈونچر ازم کا شوق ختم کر دیا تھا۔

"اب کیا مصیبت نازل ہو گئی۔" کوسٹر ایک جھٹکے سے ایک دم بیچ سڑک میں رک گئی تو سب پریشان ہو گئے۔ عینی نے گھبرا کر زور سے کہا۔ مرد نیچے اتر کر صورت حال کا جائزہ لے رہے تھے' وہ تینوں بھی کھڑکی سے جھانکنے لگیں' انجن میں کوئی خرابی پیدا ہو گئی تھی کوسٹر سڑک کے ایک طرف کھڑی کر کے ڈرائیور انجن ٹھیک کرنے لگا' کوسٹر خالی ہو گئی تھی' سوائے ان تینوں کے' ان کے چہروں سے بے زاری اور کوفت ٹپک رہی تھی۔

digest library.com

"مس آپ بھی باہر آجائیں' یہاں بہت گرمی ہے' باہر ہوا چل رہی ہے۔" وہی موٹا ڈنٹونگ کا اشتہار بنا' ادب اور شائستگی کے سارے ریکارڈ توڑتا ہوا اس سے مخاطب تھا' کوئی اور وقت ہوتا تو وہ اسے خوامخواہ فرینک ہونے کا مزہ چکھا دیتی' مگر اب یہاں اتنی دیر سے حبس میں بیٹھے ہوئے وہ واقعی خود کو بہت ان ایزی محسوس کر رہی تھی۔

"شکریہ!" اس نے بھی اخلاق سے کہا اور سنیعہ' شیریں سمیت کوسٹر سے نیچے اتر آئی باہر کی ٹھنڈی' تازہ ہوا نے خوشگوار تاثر دیا' اوسان بحال کر کے اس نے چاروں طرف دیکھا' عورتیں اور بچے سڑک کے دوسری طرف لگے درختوں کے نیچے بچھی چارپائی پر بیٹھے تھے' مرد حضرات ادھر ادھر بکھرے باتوں میں مصروف تھے' اور موضوع سخن موجودہ ٹرانسپورٹ کا معیار تھا۔

ڈرائیور بونٹ اٹھائے اس کے اندر گھسا ہوا تھا' کنڈیکٹر اسے مختلف اوزار تھما رہا تھا' وہ چلتے چلتے اس کے قریب رکی۔

"میں آپ لوگوں کی بیڈ سروس کی کمپنی والوں سے ضرور شکایت کروں گی۔ اتنا گندا سفر' اے سی آپ کا خراب ہے' اب انجن بھی خراب ہو گیا' کوئی چیز درست ہے اس کوسٹر کی' آٹھ گھنٹوں کا سفر بارہ گھنٹوں میں طے ہوگا۔ اور ڈرائیور گاڑی اتنی آہستہ چلا رہا ہے کہ کل تک ہی ملتان پہنچیں گے۔"

"بی بی جی لگدا اے' تسی پہلی دفعہ بس وچ سفر کیتا اے۔" (بی بی جی لگتا ہے' آپ نے پہلی دفعہ بس میں سفر کیا ہے) کنڈیکٹر اس کی بات سن کر ہنستے ہوئے پوچھنے لگا۔

"ہاں پہلی اور شاید آخر دفعہ بھی' مائی فٹ میں کبھی ایسی تھرڈ کلاس گاڑی میں بیٹھنا پسند نہ کروں۔" اس نے انتہائی تحقیر سے کہا تو انجن درست کرتا ڈرائیور پلٹ کر ان کی طرف دیکھا' نیچے اتر آیا اور وہ تینوں تو ڈرائیور کو دیکھتے ہی مارے حیرت کے ساکت رہ گئیں' وہی اسمارٹ' خوب صورت بندہ' جو ان کی کھڑکی کے قریب کھڑا تھا اور جس سے عینی نے بات بھی کی تھی اب شلوار قمیص پہنے' سیاہ ہاتھوں کو میلے کپڑے سے پونچھتا ہوا ان کی بات کا جواب دے رہا تھا۔

"محترمہ اتنے دعوے سے مستقبل کی بات نہیں کیا کرتے' جس طرح آج آپ کسی بھی مجبوری کے تحت اس کوسٹر میں سفر کرنے پر مجبور ہیں' اسی طرح مستقبل میں بھی ہو سکتا ہے۔"

"آپ اس کوسٹر کے ڈرائیور ہیں۔" وہ اس کا فلسفہ نظر انداز کرتے ہوئے کچھ حیرانی اور کچھ ترحم آمیز نظروں سے تکتی ہوئی منہ بنا کر بولی۔ لہجہ خاصا حقارت آمیز تھا' ایک گہری نگاہ اس نے عینی پر ڈالی اور بغیر کچھ بولے دوبارہ بونٹ بند کرنے لگا۔

"اب گاڑی ذرا فاسٹ چلایئے گا' اس طرح رینگ رینگ کر تو ملتان نہیں پہنچ سکتے۔"

جاتے جاتے بھی وہ حکم صادر کرتی گئی' سنیعہ اور شیریں' اس کی باتوں اور لہجہ پر شرمندگی محسوس کر رہی تھیں' اپنے سے کم حیثیت اور کم رتبہ شخص کے ساتھ اس کا رویہ ایسا ہی تحقیر آمیز' نخوت بھرا ہوا ہوتا تھا۔

وہ سونے کا چمچہ منہ میں لے کر پیدا ہونے والوں میں سے تھی' اکلوتی ہونے کی وجہ سے بات منہ سے نکلتے ہی پوری ہو جاتی تھی' بچپن سے لوگوں پر رعب جمانے کی عادت ابھی تک ایسی ہی قائم و دائم تھی' بلکہ

وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ اور بھی رویہ سخت' سوچ عامیانہ اور اونچ نیچ کا فرق زیادہ کرنے لگی تھی۔

وہ گاڑی اتنی تیز چلا رہا تھا کہ اکثر سواریوں نے اسے آہستہ چلنے کی تلقین کی۔

"بزرگوں آپ لوگ کہتے ہیں آہستہ چلاؤں' دوسرے لوگ کہتے ہیں' تیز چلاؤں' اب ان کی فرمائش پوری کروں یا آپ کی۔" بڑے مزے سے مڑ مڑ میں وہ انہیں دیکھ کر بولا' اور وہ بزرگ صاحب نوجوان نسل کی بے راہروی اور تیز رفتاری پر لیکچر دینا شروع ہو گئے' عینی نے کھا جانے والی نظروں سے اسے دیکھا' کم بخت خوب مزے لے رہا تھا' ان کی توبڑی پسلی ایک ہو رہی تھی' سب سے پچھلی سیٹ پر جھٹکے بھی زیادہ لگتے ہیں۔ اوپر سے خطرناک تیز رفتاری - سنیعہ اور شیریں عینی کو خوب ڈانٹ رہی تھیں' اور وہ منہ بنائے ان کی کڑوی کسیلی باتیں ہضم کر رہی تھی' سوائے جبر کے اور چارہ کیا تھا' البتہ دل میں ٹھان لیا تھا کہ ملتان پہنچ کر اس بدتمیز ڈرائیور کی شکایت آفس میں ضرور کرے گی۔

"شکر ہے خدایا' اور میری توبہ آئندہ میں کبھی کسی ویگن یا بس میں سفر نہیں کروں گی۔" ملتان پہنچ کر ویگن سے اترتے ہوئے اس نے زور سے کہا' طلحہ نے اس کے الفاظ سن لیے تھے' اور بغور اسے جاتا دیکھ رہا تھا ان کا ڈرائیور گاڑی سمیت کھڑا تھا جب تک وہ لوگ چلی نہیں گئیں' وہ ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھا انہیں دیکھتا رہا۔ وہ بہت پیاری' بولڈ اور نخریلی لڑکی آج پہلی دفعہ ملی تھی' اور اس ملاقات میں اس کا نخوت بھرا' ہتک آمیز روپ سامنے آیا تھا' وہ نہایت دھڑلے سے اس کے دل کے تمام بند کواڑ کھولتی آن بسی تھی' اس کی موہنی صورت نے دل کو ایک نئے انداز میں دھڑکنا سکھایا تھا' اور طلحہ فاران اپنی مضبوط قوت ارادی اور ناقابل تسخیر شخصیت سمیت پل بھر میں مٹی کے قلعہ کی طرح تسخیر ہو گیا تھا۔

محبت یونہی ہوتی ہے' اچانک ایک دم سے' کوئی اجنبی دل کے بہت اندر اتر کر جسم و جاں میں لہو کی طرح گردش کرنے لگتا ہے۔ محبت ارادے اور فیصلوں سے ماورا ہوتی ہے' وقت' موسم اور ماحول کی قید سے آزاد'

اس نے کبھی کوئی آئیڈیل نہیں بنایا تھا' خوب صورتی کے ساتھ ساتھ خوب سیرتی بھی اس کا معیار تھی' اور دل نے جس مقام پر آکر شکست کا نعرہ بلند کیا تھا' وہاں مقابل کی سب سے بڑی خامی' اس کا غرور اور گھمنڈ تھا' اور اس نے اسی وقت ایک اہم فیصلہ کر لیا' یقین تھا کہ وہ دوبارہ اس سے ضرور ملے گی۔

*_*_*

"توبہ دادی اماں اس سفر نے تو میرا جوڑ جوڑ ہلا دیا ہے۔ اتنا تکلیف دہ' بور سفر' پتا نہیں لوگ کیسے بسوں میں سفر کر لیتے ہیں۔" وہ جب سے یہاں آئی تھی' مسلسل ہر شخص کو اپنے اذیت بھرے سفر کی روداد سنا رہی تھی' دادی اماں تو سچ مچ ہی اس کی تکلیف کا احساس کر کے شرمندہ ہو گئی تھیں' ارسلان کو فون پر الگ ڈانٹا کہ اس نے بچیوں کو پرائیوٹ گاڑی میں کیوں بھیجا۔

"محترمہ پاکستان کے سارے لوگ آپ کی طرح ایر کنڈیشن گاڑیوں یا پجیرو میں سفر نہیں کرتے' ایسی ہی بلکہ اے سی کے بغیر' عام بسوں' ویگنوں میں سفر کرتے ہیں۔" معیز نے طنزیہ انداز میں ہنس کر کہا' وہ بہت دیر سے اس کی نخوت بھری باتیں سن رہا تھا۔

"مائی گاڈ۔" اس نے یوں کپکپا کر خوفزدہ انداز میں کہا کہ انہیں ہنسی آگئی۔

"اچھا بس اب جو ہو چکا سو ہو چکا' چلو تم آرام کرو' بہت تھک گئی ہو' شام کو باقی باتیں ہوں گی۔" دادی اماں نے اپنی نازک مزاج مغرور پوتی کی ناراضگی دور کرنے کے لیے اسے بہلایا' سنیعہ اور شہرینہ تو پہلے ہی اپنے کمروں میں جا چکی تھیں' وہ بھی ایسی سوئی کہ رات کو بمشکل اسے اٹھایا گیا' کیونکہ اس کے بغیر کھانا بھی نہیں کھا سکتی تھیں وہ دونوں اسے منا کر لائی تھیں' اب ذرا سی لاپرواہی پر یا خلاف طبیعت کوئی بات ہو جاتی تو وہ طعنے دینے اور مرنے مارنے پر اتر آتی' اس کی ضدی' اور خود سر طبیعت کا بھی علم تھا۔

اگرچہ وہ ان کی کزن تھی' اور خود وہ بھی کوئی گئے

گزرے خاندان سے نہ تھیں، نگران کی والدہ رابعہ بیگم خود بہت صابر و شاکر، سگھڑ اور باپردہ خاتون تھیں، اپنی بیٹیوں کو بھی انہوں نے اپنے ہی انداز میں تربیت دی تھی، دولت کی کثرت لاڈ پیار اور ہائی سوسائٹی میں رہنے کے باوجود ان میں کوئی ایسی بات نہ تھی جو قابل گرفت ہوتی، بلکہ ان کی عادتوں اور سلجھے ہوئے مشفق رویوں کی تعریف کی جاتی تھی۔

عینی کے حالات برعکس تھے، ارسلان صاحب بہت بڑے بزنس مین تھے، بیگم خود بزنس میں ان کا بھرپور ساتھ دیتی تھیں، بوتیک اور پارلر نہایت منافع بخش بنیادوں پر وہ ہی چلاتی تھیں، یوں اکلوتی بیٹی کو اپنی عدم موجودگی میں زیادہ تر آیا کے حوالے کیے رکھا، بچپن سے ضد اور ہٹیلا پن طبیعت میں موجود تھا، اسے راضی رکھنے کو اس نے جو بھی مانگا اسے دیا۔ یوں اس کی یہ بری عادتیں اس قدر پختہ ہو گئی تھیں کہ ذرا سی خلاف توقع بات ہو جاتی تو طوفان اٹھا دیتی تھی۔

اگلے دن اس نے آپریٹر سے پوچھ کر پہلا کام یہ کیا کہ فاران ٹرانسپورٹ کمپنی کے آفس فون کیا بھلا اپنی بے عزتی اتنی آسانی سے کہاں بھول سکتی تھی۔

"ہیلو، فاران ٹرانسپورٹ کمپنی۔" دوسری طرف سے نہایت خوب صورت گمبھیر آواز آئی۔

"ہیلو.... کون بول رہے ہیں۔"

"طلحہ فاران، ڈائریکٹر فاران کمپنی۔" طلحہ لمحوں میں اس کی آواز پہچان گیا تھا۔

"دیکھیں طلحہ صاحب، مجھے آپ کے ایک ڈرائیور کی شکایت کرنی ہے، آپ کی ٹرانسپورٹ کی ویسے تو بہت شہرت ہے، مگر سروس اور سرونٹ دونوں بہت برے ہیں میں نے چونکہ آپ کی ویگن میں سفر کیا ہے، اس لیے شکایت کا حق رکھتی ہوں۔"

"شیور، وائے ناٹ، آپ پلیز بتائیں، ہم اپنی خامی دور کرنے کی ہر ممکن کوشش کریں گے۔" وہ بمشکل مسکراہٹ دبائے اس کی خفگی اور غصیلی آواز سن رہا تھا بے حد سنجیدگی سے بولا۔

"کل ملتان، جو بڑی کوسٹر آئی ہے، میں نے اس میں سفر کیا تھا، اس کا ڈرائیور انتہائی بدتمیز شخص تھا، جسے لوگوں سے بات کرنے کی بھی تمیز نہیں تھی، نہ ہی اسے ڈرائیونگ آتی تھی، آپ لوگوں کی کوسٹر کا اے سی بھی کام نہیں کر رہا تھا، دو بار خراب بھی ہوئی اور دو گھنٹے لیٹ بھی ہو گئے ہم۔"

وہ یوں اسے تحکم بھرے انداز میں خامیاں بتا رہی تھی جیسے کسی ذاتی ملازم سے بازپرس کر رہی ہو، طلحہ نے دانت پیسے، "کل ڈرائیور کی عدم موجودگی میں اسے ہنگامی طور پر ڈرائیونگ کرنا پڑی تھی، متبادل انتظام بھی نہ ہو سکا تھا، تمام سیٹیں بک ہو چکی ہیں، سو اس نے یہ ذمہ داری لے لی اور اتنی طویل ڈرائیونگ کے بعد کل سے سارا بدن تھکن سے چور تھا اور یہ نواب زادی سارے کیے کرائے پر پانی پھیر رہی تھیں، اس نے خود پر ضبط کیے رکھا، اسے یقین واثق تھا کہ یہ سب ہو گا۔ اور اس نے بھی بہت شاندار منصوبہ ترتیب دیا تھا۔

"اوہ ویری بیڈ، آئی ایم سوری میڈم، میں سخت شرمندہ ہوں، آپ کو کوفت اور پریشانی کا سامنا کرنا پڑا، بہت شکریہ آپ نے ہماری خامی کی نشاندہی کی، ہم انشاء اللہ اپنی سروس کو اور بہتر بنانے کی کوشش کریں

چراغ سامنے والے مکان میں بھی نہ تھا
یہ سانحہ مرے وہم و گمان میں بھی نہ تھا

اردو کے ممتاز شاعر
جمال احسانی
کی مقبول غزلوں کا مجموعہ
ستارۂ سفر
شائع ہو گیا ہے
خوبصورت گرد پوش، قیمت/75 روپے
ملنے کا پتا:-
مکتبہ عمران ڈائجسٹ 37 اردو بازار کراچی

digest library.com

گے اور کوئی حکم!"
"جی حکم تو کیا! مگر آپ اس ڈرائیور کو ضرور نکال باہر کریں جو آپ کو بدنام کر رہا ہے۔ اس کا بیڑا ہی ہو رہے دیکھ کر کون دوبارہ "فاران" سے سفر کرنا چاہے گا' وہ تو آپ کے بزنس کو نقصان پہنچا رہا ہے' جیسے مجھے برا لگا' ایسی ہی کوئی اور بھی مائنڈ کر سکتا ہے۔" طلحہ اس کی چالاکی پر عش عش کر اٹھا' جب تک ڈرائیور کو سزا نہ مل جاتی' اسے سکون نہیں آتا۔

"یو آر رائٹ میڈم' واقعی ایسے بندے کو تو سروس سے نکال ہی دینا چاہیے' میں فوراً" مالکوں سے بات کرتا ہوں۔" انتہائی سعادت مندی سے بول رہا تھا وہ۔

"بالکل ٹھیک' آپ اسے جاب سے نکال دیں فوراً"۔" وہ اس کی عاجزی و انکساری پر مسرور ہو کر بولی۔

"میڈم آپ اپنا نمبر لکھوا دیں' میں آپ کو خود رنگ کر کے بتاؤں گا کہ ہم اپنے کسٹمرز کا کتنا خیال رکھتے ہیں' جلد ہی آپ اس بدتمیز ڈرائیور کے نکالے جانے کی خبر سن لیں گی۔" عینی نے کچھ دیر تو توقف کیا پھر بلا جھجک دادی اماں کا نمبر لکھوا دیا وہ کون سا یہاں سدا رہنے آئی تھی' چند دن بعد چلی جاتی اسی لیے فون نمبر اسے لکھوانے سے پہلے جو خدشہ ذہن میں آیا تھا جھٹک دیا۔

"ارے عینی' خدا تم سے اور تمہارے غصے سے بچائے' ذرا سی بات پر تم اس غریب ڈرائیور کی روزی کی دشمن بن گئی ہو۔ اسے نکلوا کر تمہیں کیا ملے گا' تمہیں دوبارہ نہ کوسٹر سے جانا ہے نہ آنا ہے' خوامخواہ اس بندے کا وسیلہ رزق چھین کر نہ جانے تمہیں کیا تسکین ملے گی۔ بے چارہ کتنا مجبور اور ضرورت مند ہو گا خاصا پڑھا لکھا' اور سمجھدار لگتا تھا' پتا نہیں کون سے حالات کی وجہ سے یہ نوکری کرنے پر مجبور تھا۔"

شمرینہ کو اس کی گفتگو سن کر سخت غصہ آیا' اسے اس ڈرائیور پر رہ رہ کر ترس آ رہا تھا' منیحہ بھی اس سے متفق تھی کہ کسی مجبور اور غریب بندے کی روزی چھین لینا بہت بڑا گناہ ہے۔ مگر اسے گناہ و ثواب کے چکر سے زیادہ اپنی جھوٹی انا کی تسکین درکار تھی بھلا اس کے ساتھ بدتمیزی کرنے والا اس کی حکم عدولی کرنے والا سزا سے کیسے بچ سکتا تھا۔

اگلے دن ہی طلحہ فاران کا فون آ گیا۔

"مس ہم نے اس ڈرائیور کو نوکری سے نکال دیا ہے' اب آپ خوش ہیں۔"

"جی تھینک یو۔" بڑے مزے سے کہہ کر اس نے فون رکھ دیا تو طلحہ نے غصے سے ریسیور پٹخ دیا' کتنی بے حس' مغرور لڑکی تھی' وہ تو سمجھ رہا تھا' اس کی بات سن کر اسے افسوس ہو گا' شرمندہ ہو گی مگر وہ تو تھینک یو کہہ رہی تھی۔

"کوئی بات نہیں عنیزہ ارسلان تمہیں سیدھے راستے پر نہ لایا' تمہارا سارا غرور سارا طنطنہ نہ توڑا تو میرا نام بھی طلحہ فاران نہیں۔" وہ بہت دیر تک اپنے منصوبے پر غور کرتا رہا۔

*_*_*

"عینی پلیز اب بس بھی کرو' کیا سارا بازار خرید و گی' اتنے سوٹ خرید چکی ہو کیا بوتیک کے لیے لے رہی ہو۔" منیحہ نے اس کی شاپنگ سے تنگ آ کر کہا' چار گھنٹوں سے وہ پاگلوں کی طرح کڑھائی والے سوٹ خرید رہی تھی' یہاں ملتان کے خوب صورت کڑھائی والے دوپٹے' سوٹ اور کھسے واقعی اپنی مثال آپ تھے' جب سے وہ لوگ دادی اماں کے پاس آئے تھے' روز ہی بازار کا چکر لگتا تھا' اور وہ ہر روز اپنے لیے تین چار سوٹ پسند کر کے خرید لیتی تھی'

"کچھ اپنے لیے' کچھ بوتیک کے لیے' بھئی اتنی اچھی کڑھائی کی تو بہت مانگ ہے' ماما یقیناً" میری چوائس کی داد دیں گی' اگر انہیں اچھے لگے تو اور آرڈر پر بنوا لیں گی۔"

بازار کی ان چھوٹی چھوٹی دوکانوں پر قیمتیں دوسری مارکیٹوں کی بہ نسبت بہت کم تھیں۔

وہ تنگ گلی سے گزر رہی تھی' جب کہ ایک دم ہی وہ پریشان سا' برے حال میں سامنے آ گیا' نہایت غصے اور طیش میں وہ عینی کی طرح پلٹا۔

"بی بی تم بہت ظالم ہو' دولت نے تمہیں اندھا کر

digest library.com❤️❤️

رکھا ہے' اسی کے زعم میں تم دوسروں کی روزی چھینتی پھر رہی ہو۔" وہ شدید غصے میں مخاطب تھا لمحہ بھر کو تو وہ تینوں ہی گھبرا گئیں' پھر فوراً" ہی سنبھل کر عینی نے غصے سے اسے دیکھا۔

"کیا بکواس کر رہے ہو تم' ہوش میں تو ہو۔"

"ہوش' ہوش تو اچھا بھلا بندہ بھول جاتا ہے' جب پانچ چھوٹے چھوٹے بچے بھوک سے بلبلا رہے ہوں' میری روزی تمہاری وجہ سے چلی گئی' فاران والوں نے مجھے تم لوگوں کی شکایت پر نوکری سے نکال دیا' اب میں کہاں جاؤں' جب تک نئی نوکری نہیں ملتی' کہاں سے بیوی بچوں کو کھلاؤں' گھر چلاؤں' بتاؤ مجھے' کیا ملا میرا رزق چھین کر تمہیں' میرے بچوں کی آہیں تم پر پڑیں گی بی بی۔" منیعہ اور شہرینہ کے ساتھ ساتھ تو وہ بھی اس کا واویلا سن کر گھبرا گئی تھی' مگر ہارنا اس کی لغت میں نہ تھا' تنک کر بولی۔

"بدتمیز کو غلطی کی سزا ضرور ملتی ہے' آئندہ کبھی ہم جیسوں سے بات کرنے سے پہلے اپنی اوقات تو نہیں بھولو گے نا۔" وہ نخوت سے اسے دیکھتی آگے چل دی' شہرینہ تو بت بنی اسے دیکھ رہی تھی' اس کا کہا ایک ایک لفظ دل پر اثر کر گیا تھا' وہ کانپ گئی' وہ بہت مایوسی میں جا رہا تھا شہرینہ نے ایک دم اسے پکار لیا۔

"حسنو بھائی.... سوری' معافی چاہتی ہوں' عینی نے آپ کا دل دکھایا اور آپ کی نوکری جانے کا بھی مجھے بہت افسوس ہے یہ.... یہ کچھ رقم رکھ لیں' بچوں کے لیے' اور آپ میرے چچا واجد درانی سے آ کر ملیں' آپ کو یقیناً" کوئی نہ کوئی نوکری مل جائے گی' میں سفارش کروں گی۔"

وہ تشکر سے اسے دیکھ رہا تھا' یہ رقم اس نے نہیں لی تھی وہ بدستور شہرینہ کے ہاتھ میں تھی۔

"بہت شکریہ باجی' آپ کا کہنا ہی میرے لیے بہت ہے۔"

"یہ روپے تو....!" اس نے دوبارہ روپے آگے بڑھائے۔

"نہیں میں اتنا گیا گزرا نہیں کہ بھیک مانگنا شروع کر دوں' آپ کے جذبے اور خلوص کا شکریہ۔"

"آپ غلط نہ سمجھیں' خدانخواستہ میرا مقصد آپ کو ہرٹ کرنا نہیں ہے' میں تو یوں ہی دے رہی ہوں۔" اس نے جلدی سے تردید کی' وہ نہ جانے کیا سمجھ رہا تھا' حالانکہ شہرینہ کے اس اقدام نے طلحہ کے دل میں اس کی قدر بہت بڑھا دی تھی وہ بھی اس مغرور' تنک مزاج' ساری دنیا کو قدموں کی دھول سمجھنے والی لڑکی کی کزن تھی' مگر اس کے مزاج سے قدرے مختلف۔

شہرینہ تاسف سے اسے جاتا دیکھ رہی تھی' دل بہت اداس اور خوفزدہ سا تھا' اس بندے کی باتوں نے ہلا کر رکھ دیا تھا' منیعہ کو بھی بہت افسوس ہو رہا تھا یہ سب سن کر' بس ایک وہ ہی ازلی لاپرواہ تھی' رتی بھر بھی اثر نہیں ہوا تھا' اپنی بات پر قائم تھی' کبھی کبھار جو بھولے بھٹکے اس کا خیال آ بھی جاتا تو فوراً" سر جھٹک کر خود کو اپنے خول میں سمیٹ لیتی۔

بہت دنوں تک ملتان سے آنے کے بعد بھی وہ دونوں اکثر اس مجبور' خوب صورت بندے کی باتوں کو یاد کر کے شرمندہ سی ہو جاتی تھیں' محض ان کی وجہ سے وہ اپنی نوکری کھو بیٹھا تھا' اس کے بچوں کی روٹی چھن گئی تھی' حساس سی شہرینہ نے تو منیعہ سے بھی زیادہ اس واقعہ کا اثر لیا تھا۔

مگر وہ جو اس تمام واقعے کی ذمہ دار تھی قطعی لاپرواہ تھی' اس کی بلا سے' کسی کو کھانے کو نہیں ملتا نہ ملے اسے تو پیٹ بھر انواع و اقسام کے کھانے ملتے تھے' اسے بھوک کا کیا پتا' افلاس کیسے کیسے انسان کو تماشے دکھاتی ہے' توڑتی اور جھکاتی ہے' اسے کیا خبر' غریب اور غربت دونوں الفاظ اس کی زندگی کی ڈکشنری سے غائب تھے۔

طلحہ فاران کو بھی اس سے اس قدر سنگ دلی کی توقع نہ تھی' وہ امید کر رہا تھا کہ اس کی آہ و بکا اور درد بھری داستان سن کر یقیناً" وہ کچھ شرمندگی محسوس کرے گی' ندامت کا' غلطی ہی کا اظہار کرے گی' مگر وہ عینی ہی کیا جو جھک جائے' اسے صرف دوسروں کو جھکانا آتا تھا' اور جو جھک نہ سکتا تھا وہ اسے توڑ دیتی تھی' خود اسے جھکانے یا اس کا غرور توڑنے والا کوئی نہ تھا۔

--*

"سنو سنو سنو' اس سال کی بگ نیوز۔" سنعیہ گلا پھاڑے اعلان کرنے کے انداز میں باہر سے ہی کہتی آرہی تھی۔

"کیا ہے بھئی' پلیز اپنی سسپنس پھیلانے والی عادت پر کنٹرول کرو سخت زہر لگتی ہو یوں آنکھیں چلا چلا کر دوسروں کو بے چین کرتی ہو۔"

عینی کی ڈانٹ کا مطلق اثر نہ تھا' بدستور وہ معنی خیز مسکراہٹ لیے اسے دیکھے جا رہی تھی' شہرینہ نے سوالیہ نگاہوں سے دیکھا۔

"ہاہا کیا نیوز ہے! سنتے ہی چودہ بلکہ سولہ طبق روشن ہو جائیں گے لی بنو کے۔"

"اب بتا بھی چکو سنعیہ' زیادہ سسپنس دلچسپی ختم کر دیتا ہے۔" شہرینہ نے بے چینی سے پہلو بدلا۔ وہ جانتی تھی سنعیہ واقعی کوئی اہم خبر لائی ہے' جو یوں ستا رہی تھی' وہ جاسوس کے نام سے مشہور تھی' بڑوں کی خدمت گزاری کے بہانے ساری باتیں سن لیتی تھی' فیملی کے اہم راز اسے معلوم تھے۔

"چلو بتا دیتی ہوں کیا یاد کرو گی تو سنو.... آہم' آہم عینی تم ذرا لاپرواہ نظر آنے کا پوز نہ دو' توجہ سے سنو' بات تمہاری ہے.... فاران ٹرانسپورٹ کمپنی کے ڈائریکٹر' طلحہ فاران نے عنیزہ صاحبہ کو پروپوز کیا ہے۔" اس نے ٹھہر ٹھہر کر نہایت چبا چبا کر بتایا' شہرینہ تو چونکی ہی تھی عینی تو بری طرح اچھل پڑی۔

"کیا! کیا کہا! میرا پرپوزل!" وہ حیرت سے اپنی طرف اشارہ کرتے ہوئے چیخی۔

"جی ہاں تمہارا میرا نہیں' ورنہ یوں تمہاری طرح چیخنے چلانے کی بجائے' پیلا دوپٹہ اوڑھ کر کسی کونے میں چھپی سجنا کے سپنے دیکھ رہی ہوتی۔"

"ایسی کی تیسی سجنا کے سپنے کی' اس کی اتنی جرات' میرے فون کرنے پر وہ اتنی ہمت کر بیٹھا۔" وہ دانت پیس کر بولی۔

"اوہو' اس میں اتنا چراغ پا ہونے کی کیا ضرورت ہے' بنو تمہاری عمر شادی کے قابل ہو گئی ہے' تمہارا آگے پڑھنے کا ارادہ بھی نہیں ہے' پھر گھر بٹھا کر آنٹی کو اچار نہیں ڈالنا تمہارا' شادی کر کے سر سے بوجھ اتاریں گی۔" سنعیہ بھی اسے خوب شرمندہ کرتی تھی۔

وہ پڑھائی سے سخت الرجک تھی۔

بی اے تک بھی ماما پاپا نے زبردستی بہلا پھسلا کر پڑھایا تھا' سفارشوں اور رشوتوں سے پاس کروا لیا جاتا تھا' اسے کتابوں سے قطعاً دلچسپی نہ تھی' سر میں درد ہونے لگتا تھا' ماما نے اس کے مستقبل کے پیش نظر زبردستی جیسے تیسے بی اے تک پہنچایا تھا کہ آج کل لڑکے دولت کے ساتھ ساتھ تعلیم کو بھی خاص فوقیت دیتے ہیں۔ اسے اس ٹاپک سے سخت چڑ تھی۔

"دیکھو سنعیہ مجھے پڑھائی کا طعنہ نہ دیا کرو' ورنہ میں کسی دن سچ مچ تمہارا سر پھاڑ دوں گی' اور رہا شادی والا معاملہ تو میں ابھی ماما سے کلیئر کر کے آتی ہوں۔" وہ غصے سے دندناتی باہر نکل گئی' سنعیہ قہقہہ لگا کر ہنس پڑی۔

"سنو سنی کیا واقعی طلحہ فاران نے عینی کو پروپوز کیا ہے۔" شہرینہ نے غیر یقینی سے تائید چاہی۔

"تو اور کیا' میں جھوٹ کہہ رہی ہوں؟ ابھی دادا جان کا فون ارسلان انکل سن رہے تھے' طلحہ فاران کے والد صاحب نے دادا جان سے بات کی' اور انہوں نے انکل کو بتا دیا' اب انکل نے سوچنے کے لیے کچھ وقت مانگا ہے۔ وہ لوگ تو تقریباً تیار ہیں۔" سنعیہ نے تفصیل بتائی۔

"مگر سنی یار' یہ طلحہ فاران نے بغیر دیکھے بھالے' صرف ایک فون کے برتے پر' اور فون بھی اس بے چارے غریب کی نوکری ختم کروانے کا تھا' عینی کو پروپوز کر دیا' مجھے تو لگتا ہے وہ بھی ایسا ہی ہو گا' تبھی اپنی ہم مزاج ملتے ہی پیغام بھیج دیا۔" شہرینہ کا اندازہ درست تھا' سنعیہ نے بھی تائید میں سر ہلایا۔

"کیا! خیال ہے! انکل آنٹی مان جائیں گے؟"

"میرا خیال ہے مان ہی جائیں گے۔ بنیادی بات تو دولت اور اسٹیٹس ہے' یہ دونوں چیزیں ہی مطلوبہ رشتے میں موجود ہیں' سنا ہے طلحہ فاران بہت خوب صورت اور پڑھا لکھا بھی ہے' انکار کی بظاہر تو کوئی وجہ

نہیں ہم اگر عینی رکاوٹ نہ بنے تو۔"

۔۔*

منیحہ کی بات درست تھی' جب عینی نے غصے میں ماما سے یہ بات پوچھی تو انہوں نے نہایت اطمینان سے جواب دیا۔

"میری جان تمہارا اعتراض بے جا ہے' ویسے تو ابھی ہم نے کوئی فیصلہ نہیں کیا' پہلے خود دیکھ بھال کریں گے' ویسے تمہارے دادا جان تو مکمل رضامند ہیں' اگر مجھے اور ارسلان کو پسند آگیا تو مثبت جواب دینے میں کوئی حرج نہیں۔"

"مگر ماما اتنی جلدی! میں ابھی آزاد رہنا چاہتی ہوں' لائف انجوائے کرنا چاہتی ہوں۔"

اس نے احتجاج کیا۔

"میری جان شادی کے بعد تم زیادہ انجوائے کرو گی' تمہیں کوئی پابند نہیں کر سکتا' تم ہماری بیٹی ہو' یہ بات میں پہلے سے کلیئر کر دوں گی' اور ویسے بھی ایسے اچھے رشتے خوش قسمتی سے ملتے ہیں' خوامخواہ بغیر وجہ کے ٹھکرا کر میں غلطی نہیں کروں گی۔"

"مگر ماما میں۔"

انہوں نے اس کی بات کاٹی۔

"بس کہا نا' جو بھی ہوگا بہتر ہوگا' اب تم جاؤ انجوائے کرو گڈ گرل۔"

ماما نے اس کے احتجاج اور غصے کو قطعی نظرانداز کرتے ہوئے اسے بچوں کی طرح پچکار کر واپس بھیج دیا تھا۔

اس کی تو جان پر بن آئی' پتا نہیں کس بات کی جلدی تھی' دادا جان کے فون پر فون آرہے تھے' جواب ملنے کے ساتھ ہی وہ لوگ رسم کرنا چاہتے تھے۔

منیحہ بشرینہ نے اسے چھیڑ چھیڑ کر ناک میں دم کر دیا تھا' پتا نہیں کیوں اسے اس جلد بازی سے خوف محسوس ہو رہا تھا' دادی جان نے فون پر اسے بہت سمجھایا تھا' شاید ماما نے اس کی کیفیت بتائی ہوگی' ان کی باتوں سے اسے خاصا حوصلہ ہوا تھا۔

"عینی میری جان' بزرگوں پر اعتبار کر کے دیکھو سب ٹھیک ہو جائے گا طلحہ بہت اچھا' شریف اور

اردو اور انگریزی ادب کا بہترین انتخاب'

عمران ڈائجسٹ'

مئی ۹۷ء کا شمارہ شائع ہوگیا ہے'

- طوفان کی کلیاں' کشمیر کے پس منظر میں اس ماہ کی خاص کہانی، کرشن چندر کے قلم سے'
- پراسرار قروتی' تحیر انگیز اور پراسرار سرزمین افریقہ کے غیر مہذب علاقے سے ناقابل یقین پراسرار کہانی'
- نواب تنکو' ایک وضع دار شخص کی داستان عبرت جو رشتے نبھانے کا سلیقہ جانتا تھا'
- مہارانی' ایک دوشیزہ کی داستان جو محلوں تک جا پہنچی، نئے نئے واقعات سے پر'
- ذرا مسکرائیے' بہترین لطائف کا انتخاب ایک نیا سلسلہ' آپ بھی اپنے پسندیدہ لطائف روانہ کر سکتے ہیں
- احمد صغیر صدیقی کی ۳ کہانیاں، تین مختلف موضوعات، تین مختلف ذائقے'
- باندی' ایک حسین باندی کی آپ بیتی، ترش و تلخ واقعات سے لبریز انتہائی سنسنی خیز کہانی'
- اردو ادب سے ۲ بہترین انتخاب'

۱. آدھے سفر کی پوری کہانی' کرشن چندر کی آخری کہانی

۲. اپنے دکھ مجھے دے دو' راجندر سنگھ بیدی کی دلکش کہانی

- مشرق و مغرب کا حسین امتزاج، ۷ دھنک رنگ شوخ و شنگ کہانیاں'
- اس جہد مسلسل میں ایک حوصلہ مند پاکستانی نوجوان کے جذبۂ اخوت سے بھرپور جدوجہد کی کہانی'

۱۵ طویل و طویل تر، مختصر و پر اثر کہانیاں

۲ سنسنی خیز سلسلے وار کہانیاں اور ایک پر تجسس مکمل ناول'

مئی ۹۷ء کا عمران ڈائجسٹ آج ہی خرید لیں'

سمجھدار لڑکا ہے، وہ تمہیں بہت خوش رکھے گا، تمہارے والدین، داداجان، چچا اور خود میں راضی ہوں، تم بھی بلاوجہ انکار نہیں کرو دولت کی کوئی کمی نہیں ان کے ہاں تمہیں اپنے گھر جیسا ماحول ملے گا اچھی بچیوں کی طرح اب سنجیدگی سے گھر بسانے کا خیال کرو۔" دادی جان نے کہا تھا۔

"کن خیالوں میں گم ہو عینی ڈیر۔" منیحہ اس کے ایک ایک لمحے پر نظر رکھے ہوئے تھی۔

"آں۔" وہ چونکی ـــ "کچھ نہیں، آؤ بیٹھو" وہ اس کے قریب آگئی۔

"پتا ہے! اتنی جلدی مچا رکھی ہے طلحہ فاران نے ـ وہ جٹ منگنی پٹ بیاہ چاہتا ہے۔"

اس نے چونک کر اس کی شکل دیکھی۔

"مگر کیوں۔" اس نے بے چارگی سے سوال کیا۔

"دل خانہ خراب اب مزید انتظار نہیں کر سکتا، تمہارے ہجر کی آگ میں جل جل کر سیاہ ہو گیا ہے، ملاپ کی گھڑیوں کو ترس رہا ہے طلحہ فاران کا دل۔"

اس نے انتہائی کرب سے، دکھی محبوب کی طرح دل پر ہاتھ رکھ کر دہائی دی، وہ اسی طرح ہر بات ہنسی مذاق میں اڑاتی تھی۔

عینی بے ساختہ ہنسنے لگی۔ دل کی عجیب سی کیفیت ہونے لگی، جب سے طلحہ فاران کا نام لے کر اسے چھیڑا جانے لگا تھا، اس کے دل کی دھڑکنیں اس ان دیکھے بندے کے نام پر بہت تیز ہو جاتی تھیں طلحہ کا نام سنتے ہی چاروں طرف خوشبو سی پھیل جاتی تھی، پھول کھل جاتے تھے، اور وہ اپنی کیفیت پر حیران ہوتی کہ محبت یوں بھی ہوتی ہے ـ شخص ایک شخص کا نام اس کی ذات کا اعتماد چرا کر لے گیا تھا۔

ماما اور پاپا دونوں بہت خوش تھے، ماما نے اسے گلے لگا کر ڈھیروں پیار کیا، طلحہ فاران کی اتنی تعریفیں کیں کہ اسے کچھ پوچھنے کی ضرورت ہی نہیں پیش آئی۔

ایک عجیب بات ضرور تھی کہ کوئی اس کی تصویر بھی نہیں لایا تھا کہ وہ دیکھ ہی لیتی، ماما بھی بھول گئی تھیں۔ البتہ انہوں نے طلحہ کی بہنوں کو کہہ دیا تھا کہ اس کی تصویر ضرور لائیں۔

طلحہ کی بہنیں بے حد خوب صورت اور خوش اخلاق تھیں۔ اس سے اتنی محبت اور پیار سے ملیں کہ اس کا سر فخر سے بلند ہو گیا۔

"ہائے بھابھی آپ بہت پیاری ہیں۔ ہمارے بھائی کے ساتھ آپ کی جوڑی چاند سورج کی ہوگی۔" چھوٹی نند نے اس کا سفید مخروطی انگلیوں والا ہاتھ تھام کر کہا۔ وہ آہستہ سے ہنس کر نظریں جھکا گئی۔

"ماشاء اللہ آپ کی بچی بہت پیاری ہے۔ ہم جلد ہی اپنی بیٹی کو اپنے گھر لے جائیں گے، اب تو صبر نہیں کر سکتے۔" ساس صاحبہ نے اس کا چہرہ ہاتھوں میں تھام کر چٹاچٹ بوسہ لے لیا۔ اپنی تعریف سن کر وہ اور اکڑ گئی۔

"بھئی ہم دو پیار کرنے والوں میں زیادہ دن جدائی نہیں برداشت کریں گے، بس اب جلدی جلدی اپنی بھابھی کو لے جائیں گے۔" بڑی نند آسیہ نے پیار سے اس کا گال چھوا، وہ شرما گئی۔

"ہمارے طلحہ بھائی تو بہت بے چین ہیں، اب بھابھی آپ کی کیفیت کیا ہے مجھے بتا دیں میں کسی اور کو نہیں صرف طلحہ بھائی کو بتاؤں گی۔" رازیہ نے اس کے کان میں پوچھا، وہ کیا جواب دیتی، حیران تھی کہ کیسے سوال کیے جا رہے تھے، وہ تو طلحہ سے ملی نہیں تھی، کبھی بات نہیں کی تھی، سوائے ایک فون کے! تو پھر یہ لوگ کس طرح کی باتیں کر رہے ہیں۔

"محبت تو واقعی آپ کی بے مثال ہے، میرا بھائی تو مجنوں بنا ہوا ہے، اپنی لیلیٰ کے عشق میں۔" رازیہ مسلسل اسے چھیڑ رہی تھی۔

"اوہو رازی بس کرو، مت چھیڑو، دیکھو تو کیسے لال گلنار ہو گئی ہیں بھابھی۔" آسیہ نے اسے ڈانٹا۔

"بھئی ایک بات میری سمجھ میں نہیں آئی۔" منیحہ نے اندر آکر آسیہ سے پوچھا۔

"وہ کیا!"

"شادی کے بعد دوسرے ہی دن فارن ٹور پر نکل جانے کی، بھئی ہنی مون منانا ان کا حق ہے، مگر دوسرے ہی دن سب کو چھوڑ کر بھاگ جانا کیا طریقہ ہے ایسی بھی کیا بے صبری، ان دعوتوں کا کیا ہوگا، جوان

digest library.com

کے اعزاز میں دی جائیں گی۔“

سنیعہ کی بات سن کر اس نے حیرت سے اسے دیکھا، یہ بات تو اسے بھی ابھی معلوم ہوئی تھی، طلحہ نے اگلے ہی دن فاران ٹور پر جانے کا پروگرام بنالیا تھا، اسی لیے تو آسیہ اس کا پاسپورٹ اور ضروری کاغذات مانگ رہی تھی، اس کے بڑے جیٹھ ابوظہبی میں مقیم تھے، انہوں نے بلایا تھا۔

طلحہ بزنس کے سلسلے میں سنگاپور اور شارجہ جاتا رہتا تھا، وہاں کافی دوست تھے بھائی کے یہاں بھی جانا تھا، تقریباً دو ماہ کا ٹور تھا، اسی لیے باقاعدہ ولیمہ دو ماہ بعد رازیہ کی شادی کے ساتھ کرنا تھا۔ اسے اتنی ہی پذیرائی اور محبت کی امید تھی، وہ ہمیشہ سے چاہی گئی تھی تمام لوگ اسے توجہ اور چاہت دیتے آئے تھے، اس کی گردن اکڑ گئی تھی، ہر شخص اس کی خوب صورتی کی تعریف کرتا تھا، اسے ہر جگہ غیر معمولی توجہ دی جاتی تھی۔ اور یہی توجہ اور تعریف تھی جس پر اسے ناز گھمنڈ اور فخر تھا۔ اپنے سے نیچے دیکھنا تو گویا اس کی شان کے خلاف تھا۔

اور پھر جونہی اس کی منگنی ہوئی، شادی کا تقاضا بھی اتنی ہی شدت سے کیا جانے لگا، اس کے والدین کے پاس دولت کی کمی نہ تھی، ہر چیز منٹوں میں بازار سے ریڈی میڈ مل سکتی تھی، سو فاران فیملی کے اصرار پر ارسلان صاحب نے ایک ماہ بعد کی تاریخ دے دی، اور یہ ایک ماہ بے حد مصروف گزر رہا تھا، دن رات بازاروں کے چکر، جہیز کی لمبی چوڑی فہرست تھی۔

ارسلان صاحب اپنی حیثیت اور امارت سے بڑھ کر اسے جہیز دے رہے تھے، ہر چیز اتنی اعلا اور قیمتی تھی کہ آنکھیں چندھیا جاتیں شادی شاندار ہوٹل میں کی گئی تھی، دونوں طرف سے دل کھول کر پیسہ لٹایا گیا تھا، وہ اپنی خوش بختی پر نازاں تھی، جیسی شاندار زندگی ماں باپ کے گھر گزاری تھی، ویسا ہی ماحول آگے ملنے والا تھا۔ مگر ہمیشہ وہی نہیں ہوتا جو انسان سوچتا ہے، بعض اوقات ایسے حالات پیش آجاتے ہیں کہ عقل دنگ رہ جاتی ہے، اور سوچنے سمجھنے کی تمام صلاحیتیں مفقود ہو جاتی ہیں۔ ایسا ہی اس کے ساتھ بھی ہوا تھا۔

--*

میانوالی سے ملتان تک کا سفر اگرچہ بہت طویل تھا، مگر اتنا بھی نہیں کہ ختم ہی نہ ہو، بیٹھے بیٹھے سر جھکائے اس کی گردن تھک گئی، اپنوں سے بچھڑنے کا غم، انجانی اور اجنبی جگہ رہنے کا خوف، نئی زندگی اور ان دیکھے ہمسفر کے ساتھ عمر بتانے کا بے نام خدشہ اور سب سے بڑھ کر طویل تھکا دینے والا سفر تھا۔

ایک جگہ گاڑی روک کر طلحہ کے کزن نے اسٹیرنگ، اس کے حوالے کر دیا اور خود اتر کر دوسری گاڑی میں کچھ دیر آرام کرنے کے لیے چلا گیا تھا۔

اب وہ اکیلی اس کے ہمراہ گاڑی میں بیٹھی تھی، پتا نہیں کیوں! اس کی نندیں اسے آرام سے لیٹنے کا کہہ کر اتر گئی تھیں، سفر طویل تھا وہ آرام سے کمر سیدھی کر سکتی تھی، مگر یوں اکیلے اس کی موجودگی میں لیٹنا اسے معیوب لگ رہا تھا۔ سو سر جھکائے بیٹھی رہی، وہ بھی خاموشی سے رش ڈرائیونگ کر رہا تھا گاڑی ایک جھٹکے سے رکی تو وہ چونک کر سیدھی ہو گئی۔

وہ دروازہ کھول کر نیچے اترا، اور پھر اس کی طرف کا دروازہ کھول کر اسے نیچے اترنے کے لیے سہارا دینے کی غرض سے اپنا ہاتھ تھما دیا، حیران پریشان، جھجکتے ہوئے اس کا ہاتھ تھام کر بمشکل بھاری بھر کم لہنگے کو سنبھالتی وہ نیچے اتر آئی، اس کے استقبال کو نہ تو نندیں موجود تھیں، نہ ساس، نہ ہی پھول ہار تھامے لڑکیاں، اسے ایکدم خوف سا محسوس ہوا، اتنی خاموشی، اتنی ویرانی۔

”خدایا خیر، یہ کیا ہو رہا ہے۔“ اس نے گھبرا کر دل تھام لیا، طلحہ اس کی دگرگوں کیفیت سے بے نیاز اسے لیے ہوئے ایک گلی میں داخل ہو گیا تھا، مارے حیرت اور خوف سے اس کی گھگھی بندھ گئی تھی۔

یہ کہاں آگئے تھے وہ کون سی جگہ تھی کس کا گھر تھا سب لوگ کہاں رہ گئے، کتنی لمبی چوڑی بارات، ہزاروں عورتیں تھیں وہ یوں طلحہ کے ساتھ تنہا اس ویرانے میں کس مقصد کے تحت لائی گئی تھی، طلحہ کے ہاتھ میں دبا اس کا ہاتھ برف ہو رہا تھا۔

وہ مضبوطی سے اسے تھامے دروازہ کھول کر اندر لے آیا، چھوٹا سا کمرہ، کچی مٹی کا فرش، بے حد سادہ تھا اس کی قوت برداشت جواب دے گئی، ایک جھٹکے سے گھونگھٹ الٹتے ہوئے اس نے طلحہ کی طرف دیکھا، اور دوسرے ہی لمحے طلحہ کے چہرے پر پڑتی اس کی آنکھیں خطرناک حد تک پھیل گئیں، چہرہ سفید ہو گیا وہ سر سے پاؤں تک کانپ اٹھی۔

"تم.... تم کو.... کون ہو تم.... تم۔" وہ بے ربط الفاظ بول رہی تھی، اپنا ہاتھ چھڑا کر تیزی سے دور کونے میں دیوار سے لگ گئی، تھر تھر کانپتے ہوئے اس کے ذہن میں پہلا خیال یہ ہی آیا کہ اسے اغوا کر لیا گیا ہے۔

"میں آپ کا شوہر ہوں محترمہ، خوف زدہ کیوں ہو گئیں۔"

وہ مسکراتے ہوئے کہہ کر اس کی طرف بڑھا۔

"خبردار.... خبردار جو ایک قدم آگے بڑھایا، تم، تم جھوٹے، دھوکے باز، تم جھوٹ بول رہے ہو، تم نے بدلہ لینے کے لیے مجھے اغوا کیا ہے، میں جان دے دوں گی مگر.... مگر تمہارے مکروہ عزائم پورے نہیں ہونے دوں گی۔" وہ کانپتے ہوئے چیخ کر بولی۔

"ارے یہ تم کیا کر رہی ہو! میں طلحہ ہوں، تمہارا شوہر، نکاح ہوا ہے میرا تمہارے ساتھ، یہ کپڑے تو تم پہچانتی ہی ہو گی، تمہاری والدہ محترمہ، یعنی میری ساس صاحبہ نے میرے لیے خریدے تھے، اور تمہاری پسند بھی تو شامل تھی اگر اب بھی یقین نہیں آتا تو یہ رہا نکاح نامہ، لو پڑھ لو۔" اس نے جیب سے نکاح نامہ نکالا اور خوفزدہ متوحش حیران کھڑی عینی کے قریب آکر اس کی آنکھوں کے آگے لہرایا، وہ نکاح نامہ تو کیا دیکھتی آنکھوں کے آگے دھند سی چھا رہی تھی، البتہ یہ کپڑے جو وہ پہنے ہوئے تھا خوب اچھی طرح پہچانتی تھی۔

ان کے یہاں دولہا، دولہن کے گھر آتا تو دولہن والوں کی طرف سے دیئے گئے ملبوسات میں سے ایک سوٹ ضرور پہنتا تھا، اور واپسی انہیں کپڑوں میں ہوتی تھی، اب بھی وہ یہ کپڑے پہنے ہوئے تھا اس کا سر گھوم گیا "یہ سب کیا تھا!"

"پلیز.... پلیز مجھے سب کچھ بتا دو، ورنہ میرا دل بند ہو جائے گا، میں پاگل ہو جاؤں گی۔ یہ کیا ہو رہا ہے! کیا ہوا ہے مجھے بتاؤ پلیز۔" وہ گھبرا کر چیخ اٹھی، واقعی وہ پاگل ہونے والی تھی۔

"بتاتا ہوں، بتاتا ہوں، تم یہاں آرام سے بیٹھ جاؤ، سب کچھ بتا دوں گا۔"

اس نے بمشکل خود کو سنبھالا اور بان کی کھری چارپائی پر کونے میں ٹک گئی، جیسے صرف اس کی بات سن کر یہاں سے بھاگ جائے گی۔ وہ ہنس پڑا۔

"ہاں تو بیگم صاحبہ تم سب کچھ جاننا چاہتی ہو۔ تو سنو میں طلحہ احمد، فاران ٹرانسپورٹ کمپنی کا ایک معمولی ڈرائیور ہوں، چودھری فاران مجھے اپنے بیٹوں کی طرح عزیز رکھتے ہیں، فاران صاحب کا بیٹا طلحہ فاران میرا ہم نام ہے، جسے تم نے فون کر کے مجھے نوکری سے نکلوانے کا حکم دیا تھا، اور اسی وقت تمہارے بے رحمی، سنگدلی دیکھ کر میں نے فیصلہ کر لیا تھا کہ تمہیں دوسرے کی روزی چھیننے کا مزا ضرور چکھاؤں گا تم غریبوں کو ناپسند کرتی ہو نا، تمہیں بھی ایسی زندگی گزارنے کے قابل بنا دوں گا کہ یاد رکھو گی۔

اور پھر میری منصوبہ بندی کامیاب رہی، آج تم یہاں، میرے اس کچے چھوٹے سے گھر میں میری بیوی بن کر بیٹھی ہو۔" اس کا ایک ایک لفظ زہر میں بجھے تیر کی طرح کلیجے میں پیوست ہو رہا تھا، وہ اسے بدلہ لینے کے لیے بیاہ لایا تھا مگر اس کے والدین، وہ کیسے مان گئے، انہوں نے تو الگ ہی کہانی سنائی تھی۔ وہ اس کی سوچ پڑھ رہا تھا۔

"میں جانتا ہوں تم کیا سوچ رہی ہو، جو لوگ کھیل کھیلتے ہیں، وہ پتوں کے استعمال سے اچھی طرح واقف ہوتے ہیں۔ فاران صاحب کو میں نے ایک جھوٹی کہانی سنائی کہ تم اور میں ایک دوسرے سے شدید محبت کرتے ہیں، اور ہمارے درمیان دولت کی دیوار سب سے بڑی رکاوٹ ہے، تمہارے والدین کبھی بھی ایک ڈرائیور کو اپنا داماد بنانے پر تیار نہ ہوتے۔

طلحہ فاران تین ماہ کے لیے سنگاپور گیا تو میں ان کا

digest library.com

بیٹا بن گیا، نام کی بھی پرابلم نہ تھی، فاران صاحب نے مجھے اپنے بیٹے کی طرح سمجھا اور میری طرف سے والدین بھی وہی تھے، آسیہ باجی، رازیہ بہن حقیقی بہنوں کی طرح محبت کرتی ہیں۔ انہوں نے حق ادا کردیا تمہارے والدین کے ہم پلہ ہو کر سب کام کیے گئے۔

میرے والدین کا ایک مکان میرے نام تھا، وہ میں نے بیچ ڈالا، اور کچھ فاران صاحب نے بھی مدد کی، آخر کو میں ان کا وفادار، تابعدار ڈرائیور تھا۔" وہ حیرت سے منہ کھولے اس کی بات سن رہی تھی، بے یقینی متواتر تھی۔

"بکواس، جھوٹ یہ کیسے ہوسکتا ہے، سب لوگوں نے ہمیں دھوکے میں رکھا فراڈ کیا! میں نہیں مانتی، تم جھوٹ بول رہے ہو۔" وہ غصے سے چیخ اٹھی۔

"آہستہ بولو، یہ غریب شریف لوگوں کا محلہ ہے، کچی مٹی کی دیواریں، پتھروں کی مضبوط دیواروں کی طرح آوازیں نہیں دبا سکتیں، یقین نہیں ہے تو نہ سہی، مجھے اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا، میں نے تمہیں حاصل کرنا تھا کرلیا، اور اتنی خوبصورتی سے سارا منصوبہ بنایا کہ کوئی پہچان نہ سکا، تمہارے گھر والے مجھے فاران صاحب کا بیٹا سمجھتے رہے۔ اور فاران صاحب دو محبت بھرے دلوں کو ملانے کے لیے میری درخواست پر جو میں کہتا رہا کرتے رہے۔" وہ اتنے مزے سے کہہ رہا تھا کہ اس کی آنکھوں سے چنگاریاں نکلنے لگیں۔

"تم گھٹیا انسان، میں تمہیں پولیس کے حوالے کر دوں گی، میرے پاپا، تمہیں ایسی سزا دیں گے کہ عمر بھر یاد رکھو گے، ایک ایک کو دیکھ لوں گی، جو بھی اس منصوبے میں شامل ہے۔ سب کو الٹا لٹکوا دوں گی، تم نے میری طاقت کا غلط اندازہ لگایا۔ میں تم جیسے دو ٹکے کے انسانوں کو ایک منٹ میں اوقات یاد دلا سکتی ہوں۔"

وہ جیسے پاگل ہوگئی تھی، سب کچھ بھول گئی تھی، چیخ چیخ کر جو منہ میں آیا کہہ رہی تھی، طلحہ بمشکل خود پر ضبط کیے بیٹھا تھا، طلحہ کو اس سے بھی بڑھ کر ردعمل کی توقع تھی، سو سن رہا تھا۔

"میں یہاں نہیں رہوں گی، میں جارہی ہوں، میں ابھی واپس گھر جاؤں گی۔"

وہ دیوانہ وار دروازے کی طرف بھاگی۔ مگر آدھے راستے میں ہی طلحہ کے مضبوط ہاتھ نے اس کا بازو جکڑ لیا، اس نے سختی سے اسے کھینچ لیا۔

"بس بہت بول چکی ہو تم، اب سنبھل جاؤ، اور باہر کہاں بھاگ رہی ہو، یہاں سے میری اجازت کے بغیر تم نے قدم بھی باہر نکالا تو ٹانگیں توڑ دوں گا۔" اس نے انتہائی غصے سے اسے وارننگ دی۔

چھوڑو مجھے، جاہل میں لعنت بھیجتی ہوں تم پر۔"

وہ آپے سے باہر ہو رہی تھی،

"چٹاخ" طلحہ کا بھرپور ہاتھ اس کے نازک گال کو گلنار کر گیا، بہت ضبط کر رہا تھا مگر اس کی باتیں، برداشت کی حد ختم کر گئیں وہ، چیختی چلاتی ایک دم ہی ساکت ہو کر پھٹی پھٹی نظروں سے اسے دیکھنے لگی، اس کے تو چودہ طبق روشن ہوگئے تھے۔

"بہت برداشت کرلیا میں نے، اور نہیں کروں گا ایک جانور اور جاہل اس سے بھی زیادہ برا سلوک کرسکتا ہے، زبان قابو میں رکھو، تم کچھ نہیں کر سکتیں یاد رکھو آج ہی ہماری شادی ہوئی ہے اور میں یہ بات نہیں بھولا ہوں مجھے اپنے حق کے استعمال سے کوئی نہیں روک سکتا سمجھیں، بیٹھو آرام سے یہاں۔" اس نے اسے چارپائی پر دھکیل دیا، اور وہ کرنٹ کھا کر یوں اچھل کر پلٹی جیسے نیچے اسپرنگ لگے ہوئے ہوں۔

"یہ جگہ ملتان سے بہت دور، اور تمہارے لیے قطعی اجنبی ہے، ہم اپنے گھر میں ہیں یہ بات سارا زمانہ جانتا ہے، اس محلے کے سب لوگ جانتے ہیں کہ میں تمہیں بیاہ کرلایا ہوں۔ یہاں سب عورتیں تمہارے استقبال کو موجود ہوتیں، اگر ہمیں بارات میں دیر نہ ہو جاتی، اس لیے فضول واویلا کرکے سوائے اپنی عزت گنوانے کے اور کچھ حاصل نہیں ہوگا اور ویسے بھی کل کے بعد تو تمہارے گھر والے بھی تمہیں فاران ٹور پر گیا ہوا سمجھیں گے۔"

اس کے ذہن میں جھماکا ہوا، کتنے منظم اور مربوط منصوبہ کے ساتھ اسے اس شخص نے ٹریپ کیا تھا۔

اسے آسیہ اور پرازیہ کی باتیں جو مبہم لگتی تھیں، اب سمجھ میں آرہی تھیں۔

وہ بار بار اسے طلحہ کا نام لے کر کیوں چھیڑ رہی تھیں، حالانکہ ایسا کوئی معاملا بھی نہ تھا، انہیں اس نے دوسری ہی کہانی سنا رکھی تھی، دونوں خاندانوں کو کس طرح بے وقوف بنایا تھا، اسے فاران صاحب اور ان کی فیملی پر بھی شدید غصہ تھا، کس قدر گھنے اور چالباز لوگ تھے، ہوا تک نہ لگنے دی، اور ماما پاپا بھی صرف دولت ہی دیکھ کر خوش ہوگئے تھے باقی تحقیق اور معلومات کرنا انہوں نے ضروری نہیں سمجھا جلد بازی کا انجام ایسا ہی ہونا تھا۔

تمام واقعات کی کڑیاں خود بخود ملتی جا رہی تھیں۔ اس نے کراہ کر سر دونوں ہاتھوں میں تھام لیا، اس قدر بھاری ہاتھ پڑا تھا کہ دماغ ابھی تک چکرا رہا تھا۔ گال سنسنا اٹھا تھا، شدت درد سے اس کے ڈھیروں آنسو بہہ نکلے کتنا برا ہوا تھا اس کے ساتھ، اتنا بڑا دھوکا فراڈ، اور اتنے مربوط انداز سے، وہ اکیلی، بے یار و مددگار اس شخص کے رحم و کرم پر تھی، جو انتہائی سفاک اور ظالم تھا، جو بدلہ لینے کی غرض سے اسے بیوی بنا کر لے آیا تھا، جوں جوں وہ سوچ رہی تھی خوف مزید بڑھتا جا رہا تھا۔

طلحہ چپ چاپ بیٹھا اسے بری طرح روتے دیکھ رہا تھا، دل شدت سے چاہ رہا تھا کہ اسے اپنے ساتھ لگا کر سب کچھ سچ سچ بتا دے، اس کی دگرگوں حالت دیکھی نہیں جا رہی تھی، مگر اسے ضبط کرنا تھا، ہر حال میں، اس کی بہتری اور اسے صراط مستقیم پر لانے کے لیے اس سے ابھی سب کچھ چھپانا تھا۔

”دیکھو، خود کو سنبھالو، اس اٹیچی میں تمہارے کپڑے ہیں۔ باہر صحن میں باتھ روم ہے، چینج کرلو۔“

وہ اسے کہہ کر خود باہر نکل گیا، اب وہ اکیلی تھی کمرے میں، اور بھی شدت سے پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی، کچھ سمجھ نہیں آرہا تھا۔ یقین و گمان کے بیچ لٹکی ہوئی تھی، امید واثق تھی کہ صبح یقیناً وہ یہاں سے نکل سکے گی اسے لینے گھر سے کوئی نہ کوئی ملتان ضرور آئے گا اور جب وہاں نہیں ملے گی تو یقیناً پاپا، ماما اس کی گمشدگی کا پوچھیں گے، یوں اسے تلاش کرلیا جائے گا، اور وہ طلحہ کو اس کی مکاری اور جھوٹ کی ایسی کڑی سزا دلوائے گی کہ وہ یاد رکھے گا۔

پتا نہیں اس کا اتنا قیمتی جہیز کہاں رکھا گیا تھا، اس کی تو ایک چیز بھی اس گھر کے لائق نہ تھی، ان کے تو سرونٹ کوارٹر بھی اس کچے صحن والے گھر سے بہتر تھے، وقفے وقفے سے اسے بری طرح رونا آرہا تھا بہت دیر تک وہ ایسے ہی بیٹھی رہی، اتنا طویل تھکا دینے والا سفر اور اس پر مستزاد اتنی خوفناک صورت حال، وہ خود کو برسوں کی بیمار اور نڈھال محسوس کررہی تھی۔

دروازہ کھلا اور طلحہ ٹرے میں کھانے کے برتن اٹھائے اندر داخل ہوا۔ اس نے ایک نظر اسی حالت میں بیٹھی عینی کو دیکھا، پھر برتن لکڑی کے چھوٹے سے تخت پر رکھ کر اس کی طرف مڑا۔

”دیکھو اس طرح تم ساری عمر نہیں گزار سکتیں ضد چھوڑ دو، اور کچھ کھالو لڑنے کے لیے طاقت کا ہونا ضروری ہے، اور طاقت بھوکے رہنے سے نہیں آتی، چلو آؤ شاباش۔“ وہ نرمی سے کہتا ہوا اس کی طرف بڑھا، وہ ہنوز لاتعلقی سے بھری بنی زمین کو گھور رہی تھی، طلحہ نے کچھ دیر توقف کیا، جانتا تھا اس کی ضدی اور ہٹیلی عادت کو، اسے بار بار اصرار سے کہنا مزید سر چڑھانا تھا سو خاموشی سے دوسری چارپائی پر بیٹھ کر کھانے لگا۔

اس نے ایک بار بھی سر اٹھا کر نہیں دیکھا تھا، کھانا کھا کر وہ ہاتھ دھونے باہر نکل گیا اور واپس آکر برتن سمیٹ کر وہیں رکھ دیے اور خود بغیر کچھ کہے چارپائی پر لیٹ کر اس کی طرف سے پشت کرلی۔

بہت دیر بعد اس نے پلٹ کر کروٹ بدلی، اسے دیکھ کر چونک اٹھا، وہ تکیے پر سر رکھے اوندھی لیٹی ہوئی تھی، دونوں پاؤں نیچے لٹک رہے تھے، ایک بازو بھی چارپائی سے نیچے لٹک رہا تھا، دوپٹہ بری طرح گردن کے گرد الجھا ہوا تھا، وہ آہستہ سے اٹھا اور بہت آہستگی سے اس کا بازو اٹھا کر تکیے پر رکھا، پھر دوپٹہ اس کی گردن سے اتارا، پتا نہیں وہ کتنی مدہوش نیند سو رہی تھی کہ اسے علم ہی نہیں ہوپا رہا تھا، پھولوں کی طرح

digest library.com

اسے دونوں ہاتھوں پر اٹھا کر چارپائی پر لٹا دیا' آنسو گالوں پر جم گئے تھے' سوتے میں بھی سسکیاں لے رہی تھی۔

بھیگی بھیگی پلکیں اس کے دل پر قیامت ڈھا گئیں' جی چاہا جھک کر اس کی پلکیں خشک کردے اگر وہ ذرا سا بھی لچک دار رویہ رکھتی تو آج یہ نوبت نہ آتی۔

طلحہ کا خاندان سخاوت اور حسن اخلاق میں مشہور تھا' اتنی دولت ہونے کے باوجود سارا شہر انہیں سخی کہتا تھا' آج تک ان کے ہاں سے کوئی بھی ضرورت مند مایوس۔ اور خالی نہیں لوٹا تھا' اماں جان تو غریبوں کو ساتھ بٹھا کر کھلاتی تھیں ان کی ہمدم اور غم گسار تھیں۔ وہ بھلا ایسی بہو کہاں برداشت کر سکتی تھیں کہ جو غربت سے نفرت کرے' جس کے مزاج میں کوٹ کوٹ کر تنفر اور غرور بھرا ہوا تھا' اور اسے سب کے سامنے لے جانے سے پہلے وہ بے مثال بنانا چاہتا تھا۔

آہستہ آہستہ اس کا زیور اتارتے ہوئے ایمان کئی بار ڈگمگایا' وہ استحقاق رکھتا تھا' اسے روکنے ٹوکنے والا کوئی نہ تھا' اس کی عزیز از جان بیوی اور رات کی تنہائی..... مگر وہ خود کو کنٹرول کر رہا تھا' وہ دھوکے باز تو اس کی نظر میں تھا ہی' خائن نہیں کہلوانا چاہتا تھا۔

اسے کافی حد تک آرام دہ حالت میں لا کر وہ کمرے سے باہر آگیا' شدید پیاس محسوس ہو رہی تھی' آگ سی تھی من میں' کھلے صحن میں کھڑی کھردری چارپائی بچھا کر وہ لیٹ گیا' رات خاصی ٹھنڈی تھی' بہت دیر تک اس کی سوچیں عینی کے گرد ہی بھٹکتی رہیں' اور پھر نہ جانے کب وہ گہری نیند سو گیا۔

......*

دروازہ زور دار انداز میں بجایا جا رہا تھا۔ اس نے کسمسا کر کروٹ بدلی' ادھ کھلی آنکھیں مکمل کھل گئیں حیرت سے خود کو اور چاروں طرف کمرے کو دیکھا وہ رات کو چارپائی پر بیٹھے بیٹھے ہی سو گئی تھی' دماغ سوچ سوچ کر اتنا تھک گیا تھا کہ وہ خود پر کنٹرول ہی نہ کر سکی اور مدہوش ہو گئی' اس نے اپنے اوپر موجود کالی اور سفید چیک والی گرم چادر کو دیکھا' اسے بستر پر کون لایا' اور اس کا زیور..... نظر میز پر جا ٹھہری' سارا زیور دھرا تھا' ایک دم ہی دل اچھل کر حلق میں آگیا' ایک خیال نے اسے چکرا سا دیا۔ وہ کمرے میں نہیں تھا۔

اپنی حالت پر غور کر کے اسے کچھ تسلی ہوئی' اسی وقت دروازہ کھول کر وہ اندر آگیا' شاید گہری نیند سے اٹھا تھا' آنکھیں مسل رہا تھا۔

"تم اٹھ گئی ہو" اس نے کہا۔ "چلو اب منہ ہاتھ دھولو' ہمارا ناشتہ آگیا ہے' بھابھی کنیز بھی آئی ہیں۔" وہ اسے اطلاع دے کر دوبارہ دروازے کی طرف مڑا۔

"آؤ بھابھی آؤ' رک کیوں گئی ہو۔" دروازے سے ایک دبلی پتلی خاتون ٹرے اٹھائے اندر آئیں' تو وہ سمٹ کر بیٹھ گئی۔ میز پر برتن رکھ کر اس کی طرف پلٹیں۔

"صبح بخیر' کیسی ہو! بھئی رات کو ہم لوگ بہت دیر تک انتظار کرتے رہے' مگر تم لوگ آئے ہی نہیں مجبوراً" گھر جانا پڑا' بہت شرمندہ ہیں۔ دلہن کو ایسے ہی بغیر استقبال گھر آنا پڑا" وہ خاصی باتونی لگ رہی تھیں' وہ کیا جواب دیتی' خاموش نظریں جھکائے بیٹھی رہی۔

"آؤ' میں تمہارا منہ دھلواؤں" وہ اس کا ہاتھ تھامنے کو آگے بڑھیں' مگر اس نے قطعی نظر انداز کرتے ہوئے اپنے لہنگے کو سنبھال کر خود ہی نیچے قدم رکھے' طلحہ بغور اسے دیکھ رہا تھا' اس کا یہی انداز تھا' مگر وہ اسے دیکھ ہی کہاں رہی تھی' کنیز بھابھی ایک طرف ہو گئیں' وہ آہستہ آہستہ چلتی اپنی اٹیچی کی طرف آئی' کھول کر ایک ہلکا سا کاٹن کا سوٹ نکالا' اسے سلکی کپڑے ناپسند تھے' اسی لیے زیادہ تر ملبوسات کاٹن کے تھے' وہ ابھی تک خاموش تھی' کپڑے نکال کر پلٹی تو کنیز نے اسے کہا۔

"آؤ میں باتھ روم میں لے جاتی ہوں۔" وہ خاموشی سے ان کے پیچھے چل دی کچے صحن کو یوں عبور کیا تھا جیسے قدموں کے نیچے دلدل ہو' اور اسے دھنس جانے کا خدشہ ہو' باتھ روم دیکھ کر اسے کچھ اطمینان ہوا' اگرچہ اس کے معیار کا تو ہرگز نہ تھا' مگر پھر بھی باقی گھر کی نسبت اچھا اور قابل قبول تھا' بالٹی پانی سے بھری رکھی تھی' صابن تولیہ' ہر چیز موجود تھی۔

نہانے سے طبیعت پر چھائی کسلمندی اور تھکاوٹ

خاصی حد تک کم ہو گئی تھی، گیلے بالوں کو تولیے سے رگڑتی وہ باہر نکلی اور کمرے میں آ گئی، کنیز مسکراتے ہوئے کمرے کی چیزیں درست کر رہی تھیں اور طلحہ سے بھی محو گفتگو تھیں۔

"آؤ عینی آؤ" وہ حیرانی سے اسے دیکھتی چارپائی پر بیٹھ گئی کنیز کو اس کا نام بھی معلوم تھا، کنیز نے حیرت بھانپ لی تھی، مسکرا کر بولیں۔

"بھئی طلحہ بھائی نے تمہارے متعلق سب کچھ مجھے بتا رکھا ہے۔ نام بھی اسی لیے جانتی ہوں، صبح شام تمہارا ذکر ہوتا تھا۔ اصل مجنوں کے بعد یہ طلحہ دوسرا مجنوں بنا ہوا تھا، بہت خوش قسمت ہو تم، اتنا پیار کرنے والا شوہر ملا ہے، خدا تمہیں سدا سہاگن رکھے۔"

واقعی وہ بہت بولتی تھیں، خوب ہنس ہنس کر تفصیل بتائی تو عینی نے ایک زہر خند نگاہ زیر لب مسکراتے طلحہ پر ڈالی اور غصے سے بل کھا کر خاموش رہی، وہ اس کی کیفیت سے حظ اٹھا رہا تھا۔

"چلو بھئی آجاؤ، ناشتہ ٹھنڈا ہو جائے گا، میں گرم گرم چائے لے آؤں" وہ میزبان دونوں کے سامنے گھسیٹ کر خود باہر چلی گئیں۔ طلحہ نے اسے ہاتھ پر ہاتھ دھرے دیکھا تو بولا۔

"چلو شروع ہو جاؤ، اس سے بہتر ناشتہ یہاں نہیں مل سکتا، میں نخرے اٹھانے کا قائل نہیں ہوں۔" اس کا لہجہ خود بخود سخت ہو گیا اس کی ضدی عادت اشتعال دلا گئی۔

"میں تم جیسے شخص سے نخرے اٹھوانا اپنی توہین سمجھتی ہوں۔" وہ تڑخ کر نخوت سے بولی اس کے ہتک آمیز رویہ پر وہ بمشکل ضبط کر سکا۔ ایسی بدلحاظ لڑکی، نہ کوئی شرم نہ لحاظ، ان کے ماحول سے قطعی مختلف تھی، وہ خاموشی سے کھاتا رہا۔ کنیز بھابھی تھرماس میں چائے اور ٹرے میں پیالیاں رکھے آگئیں۔

"بھابھی مجھے ایک کپ چائے دے دو" اس نے ناشتہ کر لیا تھا، کنیز نے کپ پکڑاتے ہوئے، اس کی طرف دیکھا، وہ ہنوز خاموش بیٹھی تھی۔

"ارے عینی، تم نے ناشتہ نہیں کیا! کیا پسند نہیں آیا کچھ! مجھے بتا دو میں جو تم کھاتی ہو وہی بنا لاتی ہوں۔" وہ حیرت سے اسے یوں ہاتھ باندھے منہ بنائے دیکھ کر بولیں۔

"ارے نہیں بھابھی، یہ سب کھا لیتی ہے۔ بس گھر والوں کی یاد میں اس طرح اداس بیٹھی ہے۔ چلو عینی کھا لو، فکر نہ کرو دکھی ہونے کی کیا بات ہے، ہم جلد ہی مل آئیں گے جا کر انہیں۔"

وہ نرمی سے کہہ رہا تھا، عینی نے ناقابل فہم انداز میں حیرت سے اسے دیکھا۔

"ہاں بھئی ہم ہیں نا تمہارے پاس، ابھی فوزیہ اور نازیہ بھی آ رہی ہیں تمہارا دل خوب لگائیں گی، چلو میری اچھی بہن کچھ کھا لو" وہ پیار سے اس کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر بولیں، طلحہ بغور اسے دیکھ رہا تھا، ایک دم اٹھ کھڑا ہوا۔

"اچھا بھابھی آپ اس کا خیال رکھیے گا میں کچھ کام نبٹا آؤں۔"

"جلدی آنا، آج کے دن بھی تمہارے کام ختم نہیں ہوئے حد کرتے ہو طلحہ" بھابھی نے خفگی سے ڈانٹا تو وہ ہنستے ہوئے باہر نکل گیا۔ اس کے جانے کے بعد بھابھی کے اصرار پر اس نے ناشتہ شروع کر دیا اس نے بھی سوچ لیا تھا کہ کھائے گی نہیں تو مقابلہ کیسے کرے گی اور رات کو اس نے خود کو تسلی دی تھی کہ آج کے دن ہی تو یہاں رہنا ہے، پھر تو اسے جانا ہی ہے، کل تک یقیناً گھر والوں میں سے کوئی نہ کوئی اسے لینے آجائے گا اور یہی سوچ اسے تقویت پہنچا گئی۔

ناشتہ اس نے اچھی طرح کیا، بہت مزے کا را تھا، یا اسے ہی بھوک میں لگا تھا، بہرحال دو کپ چائے پی کر اسے خاصا سکون ملا تھا سر کا درد بھی ٹھیک تھا۔

وہ بالوں کو سلجھا رہی تھی جب فوزیہ اور نازیہ آگئیں، دونوں نوجوان پیاری سی لڑکیاں تھیں، کچھ **جھجکتے** ہوئے وہ اس سے مخاطب ہوئی تھیں، وہ بہت کم بول رہی تھی، اس کی بیزاری کو محسوس کر کے وہ جلد ہی اٹھ گئیں، اور وہ دوبارہ خاموشی سے لیٹ گئی۔

انتظار کا ایک ایک پل بھاری تھا، آج کا دن یا پھر

شاید آج کی رات وہ اور اس قید خانے میں تھی ' کل وہ اپنے گھر پہنچ جائے گی وہ اسی خوش فہمی میں تھی ' طلحہ نہ جانے کہاں گیا تھا ' دوپہر کا کھانا اس نے کنیز کو لانے سے منع کر دیا تھا ' رات بھر کی بے آرام تھی ' دوبارہ سو گئی ' اور جب رات کو اس کی آنکھ کھلی تو طلحہ کو موجود پایا ' وہ دوسری چارپائی پر لیٹا ہوا تھا ' آنکھیں کھلی تھیں چھت پر مرکوز کچھ سوچتی ہوئیں اسے اٹھتے دیکھ کر اس کی طرف رخ کر کے مسکراتے ہوئے پوچھا۔

"کیسی ہو ' بہت دیر سے سو رہی تھیں۔" وہ خاموش رہی ' پتا نہیں کیوں وہ مسلسل خاموش تھی ' طلحہ کو اس کے چڑانے والے انداز سے بہت غصہ آتا تھا۔

"ناراض ہو گیا!" وہ اس کے بے حد قریب آ کر اس کے بالوں کو چھو کر پوچھنے لگا ' اسے تو جیسے کرنٹ لگا تھا ' بری طرح ہاتھ جھٹک کر اٹھنا چاہا ' مگر وہ مرد تھا ' استحقاق رکھتا تھا ' ایک منٹ میں اسے زیر کر لیا اس کا رونا تڑپنا ' چلانا بددعائیں سب رائیگاں گئیں۔ اس نے رو رو کر برا حال کر لیا تھا صبح تک وہ روتی رہی ' اور وہ مزے سے سوتا رہا ' نہ جانے کتنی بددعائیں دی تھیں اسے۔

صرف ایک آس پر وہ ضبط کر رہی تھی کہ آج اسے لینے کوئی نہ کوئی ضرور آ جائے گا ' مگر جب رات بھی ڈھل گئی کوئی نہ آیا تو اسے طلحہ کی ایک ایک بات سچ لگی۔

وہ اپنے خیالوں میں گم بیٹھی تھی جب طلحہ نے اسے پکارا ' اور اس کا بلانا غضب ہو گیا۔

"نفرت ہے مجھے تم سے ' نفرت ہے ' مجھے آزاد کر دو ' مجھے جانے دو میں تمہارے ساتھ نہیں رہنا چاہتی ' مجھے چھوڑ دو" وہ اتنی شدت سے کہہ رہی تھی کہ لحہ بھر کو طلحہ کا دل بھی رک گیا ' اس کی خاموشی جس طوفان کا پیش خیمہ تھی ' وہ آ چکا تھا ' وہ رو رہی تھی ' چلا رہی تھی ' چیزیں پٹخ رہی تھی ' اس کا بس چلتا تو شاید طلحہ کو جان سے مار دیتی ' بہت نفرت تھی اسے اس شخص سے۔

اس بند کمرے میں رہتے رہتے اسے وحشت ہونے لگی تھی ' وہ آزاد تتلی تھی اپنی مرضی کی مالک ' حکم کے غلام ہاتھ باندھے ہر حکم کی تعمیل کے منتظر رہتے ' وہ یوں گھٹ گھٹ کر سسک سسک کر ناپسندیدہ بندے کے ساتھ زیادہ دن نہیں رہ سکتی تھی ' اس نے سوچ لیا تھا وہ یا خود مر جائے گی یا اسے مار دے گی۔

وہ موقع کی تلاش میں تھی کہ وہ کسی کے ذریعے پاپا کو فون کروا دے یا خود کسی کے ساتھ اپنے گھر چلی جائے ' کیونکہ وہ اس اجنبی جگہ کے انجان راستوں سے قطعی ناواقف تھی ' کنیز بھابھی ' فوزیہ ' نازیہ ' مائی خیراں سب ہی طلحہ کی طرفدار تھیں۔ وہ تو اس کے سرد اور نخوت بھرے رویہ کے باوجود محض طلحہ کی محبت میں چلی آتی تھیں۔ صبح و شام کا کھانا بھی کنیز ہی لاتی تھی ' اسے ایک ہفتہ سے زائد ہو گیا تھا یہاں آئے ہوئے اور اس دوران سوائے رونے دھونے کے کچھ نہیں کیا تھا۔ گھر اور گھر سے متعلقہ تمام کام وہ بھلائے بیٹھی تھی ' جب طلحہ نے دوٹوک الفاظ میں اسے کہا۔

"سنو بہت عیش کر لیے تم نے یہاں ' تمہارے باپ کے ملازم نہیں ہیں کہ تم آرام سے پڑی سوتی رہو اور پکا پکایا مل جائے آج سے اپنا گھر سنبھالو ' میں ضرورت کی تمام چیزیں لے آیا ہوں۔ کچن موجود ہے ' تم دیکھ لو باقی جو کمی ہو ' وہ بھی بتا دینا۔"

وہ بول رہا تھا ' اور وہ بت بنی حیرت سے اسے دیکھ رہی تھی۔

"میں ۔۔۔ میں پکاؤں گی ' میں ۔۔۔" اس نے اپنی طرف اشارہ کر کے حیرانی سے کہا۔

"ہاں تم ۔۔۔ تم پکاؤ گی ' ورنہ بھوکی مرو گی ' میرا کیا ہے میں تو اڈے پر کھا لوں گا۔"

وہ بڑے مزے سے اسے کہہ کر چلا گیا ' اس نے غصے سے پاؤں پٹخے۔

"مائی فٹ ' میں بھوکی مر جاؤں گی ' مگر کچن میں نہیں جاؤں گی ' یوں تو اسے عادت ہو جائے گی ' مجھے نوکرانی سمجھ رکھا ہے ہونہہ۔"

وہ بھی اپنے نام کی ایک ڈھیٹ تھی۔ اس نے پکانا تو دور ' دیکھا تک نہیں کہ وہ کیا لایا تھا ' دوپہر سے شام ہو گئی ' کوئی بھی تو نہیں آیا تھا ' روزانہ کنیز اور فوزیہ

نازیہ میں سے کوئی نہ کوئی ضرور چکر لگا جاتی تھیں' اور باوجود نفرت کے اسے ان کی عادت ہو گئی تھی' وہ جب آتیں کوئی نہ کوئی کھانے کی چیز بھی لے آتیں' مگر اب !.... اب نیا مسئلہ کھڑا ہو گیا تھا۔ صبح سے اب تک کئی بار رو چکی تھی' بھوک نے الگ ستا رکھا تھا' رات کو طلحہ آیا' اور اسے اسی طرح بیٹھے دیکھا تو افسوس سے سر ہلا کر رہ گیا۔

وہ بہت ضدی تھی' مگر اس کا واسطہ بھی طلحہ سے پڑا تھا' جو ایسے ضدی لوگوں کی سرکشی دور کر کے سدھارنا جانتا تھا۔

طلحہ کو مزے سے لیٹے دیکھ کر جان ہی جل گئی وہ اس کے قریب جا کر چیخی۔

"مجھ سے شادی کرنے سے پہلے اپنی اوقات تو پہچان لی ہوتی طلحہ احمد' اس قید خانے میں مجھے بھوکا پیاسا رکھ کر تم کون سی مردانگی دکھانا چاہتے ہو۔ اور کتنے مکروہ روپ ہیں تمہارے' تم کیا سمجھتے ہو اس طرح مجھے توڑ سکو گے' جھکا لو گے' ہرگز نہیں میں کبھی تمہیں قبول نہیں کروں گی' کبھی نہیں۔" اس کا ضدی لہجہ اس کے اعصاب ہلا گیا مگر وہ جانتا تھا' بھوکا بندہ عقل سے عاری ہوتا ہے۔ اور بھوکا شیر زیادہ لڑتا ہے۔ اس لیے ضبط سے بولا۔

"میں نے نہ تو تمہیں یہاں قید کیا ہے۔ اور نہ ہی تمہیں بھوکا مارا ہے ہر چیز گھر میں موجود ہونے کے بعد بھی اگر تم بھوکی رہتی ہو تو یہ میرا نہیں تمہارے پھوہڑپن کا ثبوت ہے' جو عورت خود پکا کر اپنا پیٹ نہیں بھر سکتی وہ اپنے شوہر کا کیا خیال رکھے گی اسی لیے تو میں ہوٹل سے کھا کر آتا ہوں۔" اس کے طنزیہ لہجے نے اور بھی جان جلا دی' وہ جو رونا شروع ہوئی تو چپ ہونے کا نام ہی نہیں لیا' مجبوراً اسے بولنا پڑا۔

"اب بند کرو یہ ریں ریں' کیا مصیبت ہے' شوہر تھکا ہارا گھر آتا ہے کہ رات کو سکون سے سو جائے گا' مگر یہاں رات کو بھی سکون نہیں' ہر وقت رونا دھونا' میں باہر جا رہا ہوں' خوب دل کی حسرت پوری کر لو۔" وہ غصہ سے اپنا تکیہ اور چادر اٹھا کر باہر نکل گیا' اور عینی بے بسی سے سر پٹخ کر بستر پر ڈھے گئی۔

پیٹ خالی ہو تو نیند بھی نہیں آتی' اور وہ تو سدا کی بھوک کی کچی تھی' فریج انواع و اقسام کی اشیا اور پھلوں سے بھرے ہوتے تھے' جب چاہا کھا لیا' یہاں تو دو وقت کی روٹی بھی مشکل تھی' صدمے دکھ اور کمزوری نے اسے ادھ موا کر دیا تھا' رنگت پیلی ہو گئی تھی اور وہ کمزور نظر آنے لگی تھی۔

اب تو آس بھی ٹوٹ گئی تھی' اتنے دنوں سے کوئی بھی تو گھر سے لینے نہیں آیا تھا' فوزیہ کو فون نمبر اور روپے دے کر اس نے گھر فون کروایا تھا' جواب ملا عینی اور طلحہ تو ملک سے باہر گئے ہوئے ہیں' "آپ جھوٹ بول رہی ہیں' پتا نہیں یہ سچ تھا یا جھوٹ' اسے تو یقین کرنا پڑا تھا' خود وہ جا نہیں سکتی تھی' طلحہ نے سختی سے منع کیا تھا' نہ ہی کوئی ساتھ جانے کو تیار تھا۔

اس نے بے چین ہو کر کمرے میں گھومنا شروع کر دیا۔ پھر کچھ سوچ کر باہر جھانکا' صحن میں طلحہ چادر لیے لیٹا تھا' پتا نہیں سو گیا تھا یا جاگ رہا تھا' اس نے کچھ دیر توقف کیا پھر آہستہ سے دبے قدموں وہ کچن کی طرف چل دی' طلحہ چادر کی اوٹ سے اسے دیکھ کر مسکرا دیا' اور اطمینان سے آنکھیں بند کر لیں۔

وہ کچن میں آئی' لائٹ جلائی اور دوبارہ باہر جھانکا' وہ بدستور اسی طرح لیٹا تھا' یہ یقین کر کے کہ وہ سو گیا ہے وہ تسلی سے شاپرز دیکھنے لگی انڈے' ڈبل روٹی' جیم' چائے کی پتی نمک مرچ غرض تمام مسالے موجود تھے' اس نے ڈبل روٹی کے پیس نکال کر جیم لگایا اور کھانے لگی' اسے چائے بنانا نہیں آتی تھی' اور نہ ہی دودھ تھا' سو پانی ہی پی کر صبر شکر کیا فی الحال گزارہ ہو گیا تھا لائٹ بجھانے کو وہ جونہی دروازے کی بیک پر لگے سوئچ کی طرف بڑھی ساکت رہ گئی۔

طلحہ دروازے میں کھڑا اسے طنزیہ انداز میں دیکھ رہا تھا' وہ شرمندہ سی ہو گئی' کترا کر گزرنا چاہا' مگر وہ دروازے میں ایستادہ تھا' اس کا لمبا قد' بھرپور جسم ہلکی سی روشنی میں اور نمایاں لگ رہا تھا۔

"بہت اچھا کیا' بھوک انسان کی عقل کو ختم کر دیتی ہے' اور خالی پیٹ نیند بھی نہیں آتی' میں پانی پینے آیا تھا۔" اس نے پانی پر زور دیتے ہوئے اس کی آنکھوں

میں جھانکا، اس کی آنکھوں میں ہلکی ہلکی سرخی پھیلی ہوئی تھی، چمکیلی، آنچ دیتی آنکھیں، وہ بے اختیار نظر چرا گئی۔

"مجھے جانے دو۔" اس نے لہجہ کو سخت بنایا۔

"اگر نہ جانے دوں تو۔" وہ بدستور بہکی بہکی نظروں سے اسے دیکھ رہا تھا۔

اس کی نگاہوں سے وہ بری طرح ڈر رہی تھی، سرکشی پر آمادہ، استحقاق رکھتی آنکھیں تھیں اس نے شدت سے دھڑکتے دل کو سنبھالا، جسم پسینے میں ڈوب رہا تھا ایک سنسنی سی پھیلتی جا رہی تھی پورے جسم میں، اس سے پہلے تو کبھی ایسی کیفیت نہیں ہوئی تھی۔

"مجھے جانا ہے، ہٹو۔" وہ اسے دھکیل کر باہر نکلنے لگی، طلحہ نے اسے بازو سے گھسیٹ کر خود سے قریب کر لیا۔

"پلیز عینی، پلیز ضد چھوڑ دو، خود کو بدل ڈالو، مجھے سمجھو میری محبت کو پہچانو میں تم سے محبت کرتا ہوں، بہت محبت۔" اس کا لہجہ کانوں میں رس گھول رہا تھا، اس کا قرب جھلسا رہا تھا۔ وہ بچنے کی کوشش کر رہی تھی مگر پتا نہیں اس کی کوشش کمزور تھی یا اس کی گرفت ہی اتنی فولادی تھی، وہ باوجود کوشش کے خود کو نہ چھڑا سکی۔

اور اگلی صبح وہ بے حد خفا تھی خود سے، وہ اتنی کمزور تو نہیں تھی، اسے تو طلحہ احمد سے شدید نفرت تھی، اس ان پڑھ بس ڈرائیور سے، وہ دن میں کتنی ہی بار اسے ان القابات سے نوازتی تھی، اس کی چوائس اتنی گھٹیا نہ تھی کہ وہ طلحہ احمد سے محبت کرتی تو پھر وہ سب کیا تھا، وہ کیوں اتنی کمزور ہو گئی تھی۔

غصے سے اس نے اپنے بال نوچ لیے، وہ نہیں جانتی تھی کہ سب کچھ ہونے کے باوجود، نفرتوں کے علاوہ، وہ ایک مرد اور اس کا شوہر تھا اور مرد اور عورت کے درمیان فطری تعلق کبھی نہیں ٹوٹتا۔

آج بھی طلحہ صبح سے اڈے پر گیا ہوا تھا اس نے خود کو اس کٹھن کام کے لئے بمشکل آمادہ کیا، پیٹ کی آگ بھی تو بجھانی تھی۔ مٹی کے تیل کے چولہے کو جلا کر اس پر کیتلی رکھی، جیسے تیسے کر کے چائے بنائی اب مسئلہ سالن پکانے کا تھا، اسے تو کچھ بھی بنانا نہیں آتا تھا۔ لفافے میں دال موجود تھی۔ اس نے مدد کے لئے فوزیہ کو بلا لیا اور پھر بغور ساری ترکیب سمجھ کر اس کی موجودگی میں ہی دال بنائی، ذائقہ تو خاص نہ تھا، مگر اپنے ہاتھ سے پکایا تھا اسی لئے عجیب سی خوشی اور طمانیت ہو رہی تھی۔

فوزیہ نے اسے آٹا گوندھنا بھی سکھایا۔ مگر باوجود کئی روٹیاں ضائع کرنے کے اسے روٹی بنانی نہیں آئی، ہنس ہنس کر فوزیہ، نازیہ کا برا حال ہو گیا۔ دونوں نے مل کر روٹی بھی بنا دی تھی۔ اتنی سی دیر میں ہی اس کا حلیہ بگڑ گیا تھا، ہاتھوں کے ساتھ ساتھ منہ پر بھی کالے دھبے لگ گئے تھے۔ انگلیاں بھی جل گئی تھیں۔ جب طلحہ نے اسے اس حلیے میں دیکھا تو حیران رہ گیا، اسے بہت مسرت ہو رہی تھی۔

"اس کا مطلب ہے کچھ نہ کچھ اثر ہو ہی گیا ہے۔" اس نے دل میں سوچا، اور جب پانی میں تیرتی دال اور چوکور، جلی ہوئی روٹیاں سامنے آئیں، تو ساری بھوک اڑ گئی، مگر اس نے یوں ظاہر کیا جیسے بہت مزا آ رہا ہو، خوب داد دی تھی، بہت خوش تھا، جب اس نے ایکدم ہی اس سے پوچھا۔

"طلحہ میں ایک بات کہوں مانو گے۔" حیرانگی سے اس کی طرف دیکھا۔

"ہاں، ضرور تم کہو تو۔"

"وہ۔" وہ رکی "میں اگر سب کام سیکھ جاؤں تو کیا تم مجھے گھر جانے دو گے۔" اس کا ہاتھ وہیں ساکت رہ گیا۔ کتنی معصومیت سے وہ اپنی خواہش کا اظہار کر رہی تھی۔ اتنی بڑی بات، طلحہ کے دل پر چوٹ سی لگی، وہ یہاں "مجبوراً" رہ رہی تھی اور یہاں سے جانے کے لئے اس کی ہر فرمائش پوری کرنے کو تیار تھی۔ وہ اتنی تنگ تھی وہ تو رات سے، بہت خوش گمان ہو رہا تھا مگر بھول گیا تھا کہ وہ اس سے جتنی نفرت کرتی ہے وہ نفرت اتنی معمولی باتوں سے ختم ہونے والی نہیں۔

وہ سر جھکائے سوچتا رہا سر اٹھا کر بغور اس کی طرف دیکھا بہت امید اور بے تابی تھی اس کی آنکھوں میں

"ہاں، تم سب کام سیکھ جاؤ، خود کو بدل ڈالو گی تو میں تمہیں تمہاری مرضی کے مطابق گھر چھوڑ آؤں گا۔" دل پر اک قیامت ڈھے گئی تھی، مگر اس نے نہایت حوصلہ سے کہہ دیا۔

"شکریہ۔" وہ بہت خوش تھی، اس کی آنکھوں میں چمکتی قندیلیں رہائی کے تصور سے جگمگا رہی تھیں، اور طلحہ احمد کے دل میں یکدم بہت کچھ ٹوٹ گیا، چند نوالے کھا کر اس نے ہاتھ روک دیا۔

اور پھر اس نے تندہی سے سب کام سیکھنا شروع کر دیا، کنیز بھابھی کھانے پکانے اور سلائی کڑھائی میں ماہر تھیں ان سے ہر روز وہ کوئی نہ کوئی ڈش سیکھتی تھی اسے اب بہت کچھ سمجھ بھی آرہا تھا۔ ویسے بھی وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ وہ بہت پرامید تھی کہ دو ماہ بعد یقیناً "بابا فاران والوں سے باز پرس کریں گے۔ تب تو یہ بہانہ نہیں چلے گا" اور وہ واپس چلی جائے گی۔

اب تو چند ہفتے ہی رہ گئے تھے۔

وہ ان ہی سوچوں میں گم تھی جب ماسی خیراں اس کے پاس چلی آئیں، یہ سارے محلے کی ماسی تھیں۔ بہت نیک، شریف اور سمجھدار خاتون تھیں، جب بھی آتیں اسے کوئی نہ کوئی نصیحت کر کے جاتی تھیں، وہ خود تو کسی کے گھر جاتی آتی نہیں تھی، کچھ اس کے سرد رویے اور نخوت کو محسوس کر کے بھی زیادہ عورتیں میل جول پسند نہیں کرتی تھیں۔

اس محلے میں زیادہ تر غریب لوگ رہتے تھے۔ ان کی بیویاں بچے بھی اسی ماحول اور گھر کی معاشی حالت کے عکاس تھے۔ مگر کنیز بھابھی سے وہ بہت گھل مل گئی تھی، اب تو وہ ان سے بہت اپنائیت اور توجہ سے سب سیکھ رہی تھی، انہی میں ماسی بھی شامل تھیں حالانکہ وہ بوڑھی عورتوں اور نصیحت کرنے، روکنے ٹوکنے والی عورتوں سے سخت الرجک تھی۔ مگر ماسی کے چہرے پر ایسا نور تھا ان کی باتوں میں ایسا جادو تھا کہ وہ بہت دھیان سے سنتی تھی۔

"بیٹی ہر اتوار کو دس بجے صبح حاجن صاحبہ کے گھر درس ہوتا ہے، وہیں سے آرہی ہوں۔" وہ اسے بتانے لگیں۔

"سبحان اللہ کیا مسائل بیان کرتی ہیں بی بی صاحبہ، ایمان تازہ ہو جاتا ہے۔"

"ماسی سب لوگ جاتے ہیں۔" وہ اشتیاق سے پوچھنے لگی۔

digest library.com❤❤

"ہاں بھی عورتیں جاتی ہیں۔ اس محلے میں ان پڑھ، جاہل عورتیں زیادہ تھیں بات بات پر لڑنا، اپنے شوہروں سے بدتمیزی کرنا سب برائیاں تھیں ان میں، مگر جب سے حاجن صاحبہ نے درس دینا شروع کیا ہے، سبھی کو عقل اور ہدایت آگئی ہے۔ سکون کا سانس لیا ہے، سب نے، ورنہ اس تو تو، میں میں، نے گھروں کا سکون اجاڑ کر رکھ دیا تھا۔"

"یہ تو بہت اچھی بات ہے۔" اسے خاصی حیرت ہوئی۔

"بیٹی تم بھی جایا کرو، اگر چاہو میں تمہیں لے جایا کروں گی۔" انہوں نے اس کی دلچسپی کو دیکھتے ہوئے کہا۔

"جی..... مگر وہ طلحہ۔" اس کی خواہش تو تھی مگر طلحہ کی اجازت کا مسئلہ تھا۔

"طلحہ بیٹا سے میں پوچھ لوں گی، شوہر کی اجازت لینا مقدم ہے، جو عورتیں شوہروں کی عدم موجودگی میں من مانیاں کرتی ہیں، وہ اللہ کے نزدیک پسندیدہ نہیں ہوتیں۔" انہوں نے رسان سے سمجھایا۔

"جی۔!" وہ محض سر ہلا کر رہ گئی کیا کہتی، اس نے تو خود کئی بار شوہر کی عدم موجودگی میں یہاں سے جانے کا پروگرام بنایا تھا اس کی خلاف ورزی کی تھی۔

"اچھا بیٹا میں چلتی ہوں، پھر آؤں گی، طلحہ اجازت دے تو مجھے بتا دینا، میں تمہیں لے جاؤں گی۔"

وہ چلی گئیں تو وہ بھی کمرے میں آکر لیٹ گئی، ذہن ایک نئے انداز سے سوچ رہا تھا، ماسی نے جیسے مشعل سی جلا دی تھی۔ رات کو طلحہ آیا تو بہت جلدی میں تھا کھانا کھاتے ہی اٹھ گیا۔

"میں نائٹ ڈیوٹی پر ہوں آج، تم اکیلی پریشان نہ ہونا، فوزیہ، نازیہ کو بلا لاتا ہوں، گھبرانا مت۔" وہ اسے کہہ کر چلا گیا، اسے عجیب سی بے چینی محسوس ہوئی، وہ رات بھر اکیلی رہے گی۔۔ واپس آیا تو اکیلا تھا۔

”کنیز بھابھی کی طبیعت خراب ہے‘ فوزیہ اپنی دادی کے گھر چلی گئی ہے‘ اب نازیہ اکیلی ہے‘ بھابھی تو اسے بھیج رہی تھیں مگر میں ہی چھوڑ آیا‘ وہ اتنی بیمار ہیں اچھا نہیں لگتا مگر یہاں بھی تو۔۔۔ تم اکیلی رہ لوگی۔“ وہ اگرچہ خاصا پریشان تھا‘ پھر بھی اس کی عادت کے بموجب پوچھ لیا۔

”آپ ایسا کریں‘ ماسی کو میرے پاس چھوڑ جائیں۔“ وہ اس کی بات سن کر بری طرح چونکا‘ ایک بار پہلے بھی اس کی نائٹ ڈیوٹی تھی‘ اس نے ماسی کو اس کے پاس چھوڑنے کا نام لیا تو وہ بری طرح چڑ گئی تھی‘ زہر خند الفاظ میں کہا تھا۔

”مجھے کسی سہارے کی ضرورت نہیں ہے‘ زہر لگتی ہیں مجھے یہ بوڑھی خواتین‘ میں اکیلی رہ سکتی ہوں‘ تم جاؤ اور میری فکر کرنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔“

اور اب وہی عینی‘ ماسی کا سہارا مانگ رہی تھی۔

”ٹھیک ہے میں بلاتا ہوں انہیں۔“ وہ باہر نکل گیا۔

شام کو ماسی کی باتوں نے اس کے ذہن کو الجھا دیا تھا وہ تفصیل سے ان سے بات کرنا چاہتی تھی اسی لیے انہیں بلوایا تھا۔

”بوا آپ شام کو کہہ رہی تھیں کہ مردوں کی عدم موجودگی میں من مانی کرنے والی عورتیں ناپسند کی جاتی ہیں خدا کے ہاں!“ جب طلحہ چلا گیا تو وہ ان سے پوچھنے لگی۔

”ہاں بیٹی۔“ ماسی جہاندیدہ خاتون تھیں‘ طلحہ کے ساتھ اس کا ناروا رویہ جانتی تھیں۔

”وہ کیسے‘ مجھے تفصیل سے بتائیں۔“

”بیٹی شوہر کو خدا کے بعد مجازی خدا کا درجہ دیا گیا ہے اس لیے شوہر کو اہمیت اور اسے اس کا مقام نہ دینے والی عورتیں کبھی خوش نہیں رہ سکتیں‘ میری بچی اللہ اور اس کے رسول ﷺ کا فرمان ہے کہ۔

”شوہر کی بیماری اور پریشانی میں خدمت کرو‘ کیونکہ بیوی مونس اور غمخوار ہوتی ہے۔ اور اطاعت کرنے والی بیویاں جنت میں جائیں گی۔“

ماسی کی باتیں اس کے ذہن کو نہ صرف روشن کر رہی تھیں بلکہ اسے آئینہ بھی دکھا رہی تھیں‘ اس نے طلحہ کے ساتھ بہت برا سلوک کیا تھا‘ نہ صرف زبانی بلکہ جسمانی بھی دکھ اور اذیتیں دی تھیں۔ ماسی تو اسے روشن باتیں بتا کر سو گئی تھیں‘ مگر وہ خود بہت بے آرام تھی‘ نیند آنکھوں سے کوسوں دور تھی‘ عجیب سی بے چینی تھی۔

آج اس کمرے میں اسے طلحہ کی کمی شدت سے محسوس ہوئی‘ اس کی موجودگی سے ڈھارس اور پناہ کا احساس رہتا تھا‘ مضبوط حفاظتی حصار تھی اس کی ذات‘ کوئی فکر‘ پریشانی نہیں ہوتی تھی اس کی موجودگی میں‘ مگر اس کے بغیر ایک خوف‘ عدم تحفظ کا احساس ہوتا تھا۔ اس نے اسے شوہر کی حیثیت سے تسلیم کیا تھا صبح ہونے تک اس کی ہستی بہت بدل چکی تھی۔

--*

طلحہ بہت دنوں سے سوچ رہا تھا کہ وہ بہت زیادہ خاموش رہتی تھی‘ کھوئی کھوئی سی کچھ سوچتی ہوئی‘ اس نے لڑائی جھگڑا بھی چھوڑ دیا تھا‘ اگرچہ وہ پہلے کے مقابلے میں اس سے بہت نرمی برتنے لگا تھا کہ اس سے رہائی کا وعدہ کر دیا تھا‘ اور دن نزدیک آتے جا رہے تھے۔

کل طلحہ کی ابو سے فون پر بات ہوئی تو انہوں نے صاف صاف کہہ دیا کہ وہ اور اس کا ساتھ نہیں دیں گے‘ بلکہ اب وہ واپس آجائیں‘ دونوں گھرانوں میں بے چینی پھیل رہی تھی اور وہ خود بھی سوچ رہا تھا کہ بہت دن سے وہ یہاں وہاں رولنگ اسٹون بنا ہوا تھا‘ اب اس ڈرامے کو ختم کر دینا ہی بہتر تھا۔

جس کی اصلاح کا بیڑہ اٹھایا تھا‘ جو جان سے زیادہ عزیز تھی‘ جسے دوسروں کے سامنے محض اس لیے مثال بنا کر پیش کرنا چاہتا تھا کہ اس کے بارے میں لوگوں کی زبان سے کچھ غلط سن کر دل خراب نہ ہو‘ اس پیاری ہستی کے متعلق دل میں کوئی بدگمانی نہ ہو‘ وہ اس کے آئیڈیل کے مطابق ہو جائے‘ وہ زندگی کو گھسیٹ کر‘ سمجھوتوں کے تحت جل جل کر گزارنے کو بہتر نہیں سمجھتا تھا۔

اسے تو یقین تھا کہ وہ مصلح بن سکتا ہے۔ اصلاح کی

گنجائش تو انسان میں ہوتی ہے' اور یہ فخر' غرور' گھمنڈ سب ماحول اور دولت کے برتے پر ہوتا ہے' اگر کوشش کی جائے تو برائیاں ختم ہو سکتی ہیں مگر اسے یہ معلوم نہ تھا کہ کامیابی کی اتنی بڑی قیمت چکانا ہو گی جو زیست کا خاکہ ہی بدل دے گی جب سے اس نے رہائی کی التجا کی تھی' اس کا دل بری طرح ٹوٹ گیا تھا' وہ ساری امنگیں' چاہتیں اور جوش ختم ہو گیا تھا۔

عینی کی خاموشی' اداسی سے وہ یہ ہی سمجھ رہا تھا کہ وہ اس سے تنگ ہے جلد از جلد چھٹکارا چاہتی ہے' اور زبردستی کسی کو خود سے منسلک رکھنا اسے بھی منظور نہ تھا۔

عینی دیکھ رہی تھی کہ وہ بہت دیر سے بے چین' بے قرار سا صحن میں ٹہل رہا تھا' بہت بار جی چاہا جا کر وجہ پوچھے مگر ہمت نہ کر سکی۔ جب سے وہ درس اور تبلیغی محفل میں جانے لگی تھی' اس کے خیالات میں ایک واضح تبدیلی آئی تھی' اگرچہ طلحہ نے جھوٹ بولا تھا' دھوکا دیا تھا' مگر بیوی کی حیثیت سے اس نے کون سا فرض پورا کیا تھا! بی بی صاحبہ زیادہ تر خانگی معاملات' عورت اور مرد کے حقوق و فرائض پر درس دیا کرتی تھیں' اور بہت سی ان پڑھ عورتیں اور اس جیسی بظاہر تعلیم یافتہ مگر درحقیقت دینی امور سے قطعی ناواقف بھی ان باتوں سے، بہت کچھ سیکھ رہی تھیں۔

ہمارے معاشرے میں ہر روز بڑھتی ہوئی لڑائی جھگڑے اور طلاقوں کی بڑی وجہ دینی امور سے لاعلمی تھی' قرآن اور احادیث میں زندگی گزارنے اور شوہر اور بیوی کے حقوق بہت تفصیل سے اور کھول کر بیان کیے گئے ہیں۔ اگر عورت و مرد دونوں اس آفاقی اور نوری کتاب کی روشنی میں زندگی گزاریں تو معاشرہ میں ہر طرف امن و امان ہو جائے معمولی معمولی باتوں پر لڑائی جھگڑے اور پھر گھروں کے اجڑنے بچوں کے بے سہارا یتیم اور بے آسرا ہونے کی بھی نوبت نہ آئے۔

اسے طلحہ سے گلے شکوے تھے' مگر ان سے زیادہ اسے اپنا جرم بھی تو نظر آ رہا تھا' تبھی تو وہ یوں پریشان' کھوئی کھوئی سی تھی' آنکھیں تو اب کھلی تھیں۔ ماسی کی باتیں ہر ہر قدم پر اسے یاد آتی تھیں' وہ بہت تندہی سے سارا کام سیکھ رہی تھی' اس کے خیالات میں ایک واضح تبدیلی رونما ہوئی تھی' اب اسے غریب گندے کپڑوں والی عورتوں سے گھن نہ آتی تھی' خود اس نے اپنے ہاتھ سے کام کرنا شروع کیا تھا تو احساس ہوا تھا کہ کیسے سب کچھ کیا جاتا ہے' بھوک کیا ہوتی ہے' اور پیٹ کی آگ کسے کہتے ہیں۔

*_*_*

آج وہ بہت اداس تھا' ساری رات بے چینی اور بے قراری کی وجہ سے سو نہیں سکا تھا' کل اسے عینی کو لے کر گھر جانا تھا' اور یہ ارادہ کر لیا تھا کہ اگر وہ اس کی اصل حقیقت جان کر اس کے ساتھ رہنا چاہے گی تو وہ قبول نہیں کرے گا۔ یہ ہی سب کرنا تھا تو اتنا بکھیڑا' اتنی مصیبت مول لینے کی کیا ضرورت تھی بات تو جہاں تھی' وہیں رہی' اسے دولت کی پجاری' ظاہری عیش و عشرت کی دلدادہ لڑکیاں پسند نہیں تھیں' ہاں ایک افسوس تھا جو دل کو کاٹے جا رہا تھا کہ وہ اس کی چاہت تھی اور اسے اپنی محبت پر بہت دعویٰ تھا اپنی ذات پر زعم تھا' اپنے پیار کی سچائی پر یقین واثق تھا کہ وہ اسے بدل دے گا' صراط مستقیم پر لے آئے گا' مگر یہاں تو وہی ڈھاک کے تین پات تھے۔

اس کی اداسی' اور بے چینی دیکھ کر وہ خود کو مجرم محسوس کرتا تھا اپنی مرضی سے زندگی گزارنے کا حق سب کو حاصل تھا' اپنی حد تک تو اس نے کوشش کی ہی تھی' اب مقدر میں اس کا ساتھ نہیں تھا۔

"عینی، ہم کل ملتان جائیں گے' تم صبح تیار رہنا۔"

وہ بہت حیرانی سے اسے دیکھ رہی تھی' نہ خوشی نہ غم' عجیب بے تاثر چہرہ تھا' یہ بات' الفاظ سننے کو تو اس کے کان مدتوں سے ترس رہے تھے' کئی راتیں جاگ کر اس نے خواہش کی تھی' رو رو کر دعائیں کی تھیں کہ وہ واپس چلی جائے' اور اب وہ نوید سنا رہا تھا تو پتا نہیں دل کھلا کیوں نہیں تھا' ڈھائی ماہ کی قربت نے اسے طلحہ احمد کا عادی بنا دیا تھا' شاید اسے ہی محبت کہتے ہیں۔

اسے طلحہ کا انداز' اس کے الفاظ' اداس چہرہ ملول کر گیا۔ وہ تو خود اسے بے تاثر دیکھ کر حیران تھا' یہ بات سننے کے لیے تو وہ ترس رہی تھی' تڑپتی تھی' اسے

چیخ چیخ کر بد دعائیں دیتی تھی، ہاتھ باندھ کر التجائیں کرتی تھی مگر اب اتنے آرام سے بیٹھی تھی کہ اسے شدید حیرت کا جھٹکا لگا، مگر اس نے پوچھا کچھ نہیں، خاموشی سے اپنے بستر پر لیٹ گیا، جبکہ وہ بہت بے چینی سے کروٹ بدل رہی تھی۔

پتا نہیں کیوں! دل ایک دم بجھ گیا تھا، اتنی بڑی خوشخبری، جس کا بے چینی سے انتظار کیا تھا، دل کو بہلا نہ سکی تھی، ہول سے اٹھ رہے تھے اس کی جدائی کا سوچ کر ہی دل کانپ گیا تھا، اس نے خود کو لعنت ملامت کی، اپنی پرانی جون میں آکر اپنے اندر کی عینی کو آواز دی۔

"تم اتنی گھٹیا کب سے ہو گئی ہو، اتنی ارزاں ہو گئی ہو کہ ایک ڈرائیور، ان پڑھ دو کوڑی کے ملازم سے دل لگا لیا، وہ دھوکے باز، مکار، اپنے انتقام کی خاطر تم سے شادی کر کے تمہیں یہاں لے آیا، اب تمہیں رہائی دے رہا ہے۔ جی بھر کر سیر ہونے کے بعد تمہیں دھتکار رہا ہے، تم اسی کی طرف داری کر رہی ہو، لعنت ہو تم پر، چھوڑ دو اس کا خیال، نکال پھینکو دل سے، دھڑکنوں سے اس کی آواز خاموش کرا دو۔"

اگرچہ منفی طاقت زور آور ہوتی ہے۔ مگر اس کے اندر ایمان کی طاقت تھی، اور یہ آفاقی شمع اتنی جلد بجھنے والی نہ تھی۔

ساری رات وہ جاگتی رہی، سوچتی رہی، اور صبح موذن کی آواز سن کر چونک اٹھی، وضو کر کے نماز پڑھی بہت دیر تک وہ جائے نماز پر ہی بیٹھی رو رو کر خدا سے صحیح فیصلہ کرنے کی توفیق مانگتی رہی، اور یہ اس کی نیکی، خدا کی ذات پر اعتماد ہی تھا کہ ایک فیصلہ کر کے مطمئن ہو گئی۔

بند آنکھوں سے وہ پر سکون بیٹھی تھی، طلحہ نے اسے دیکھا تو دل کا درد شدت سے جاگ اٹھا، وہ اس کے آئیڈیل کے مطابق ڈھل گئی تھی، پانچوں وقت نماز پڑھتی، کھانا خود بہت اچھا بناتی تھی، گھر کا کام کرتی، اس نے کبھی جھاڑو کو ہاتھ نہیں لگایا تھا، اب خود صفائی کرتی تھی، کبھی برتن نہیں دھوئے تھے، اب نل سے پانی بھر کر برتن دھوتی تھی، اس کے خیالات، عادات اور رویے میں بھی بہت تبدیلی آگئی تھی، محلے کی بہت سی عورتیں اس کے پاس آکر گپ شپ کر لیتیں، خط وغیرہ لکھوانے یا سننے آجاتی تھیں تو وہ برا مانے بغیر ان کا کام کر دیتی تھی جبکہ پہلے پہل وہ خوب ناک بھوں چڑھا کر نفرت سے دھتکار دیتی تھی، اسلامی تعلیمات اور تدریس قرآن کا اس پر بے انتہا اثر ہوا تھا۔

"عینی جلدی سے تیار ہو جاؤ، بس چھ بجے یہاں سے چل پڑتی ہے۔" اسے دیکھ کر وہ بھی اٹھ کھڑا ہوا، وہ بہت غور سے اسے دیکھنے لگی، پھر مڑ کر باہر چلی گئی،

digest library.com

شگفتہ محمود کی مرتب کی ہوئی

کھانا پکانے کی مزیدار
ترکیبوں کی
رنگا رنگ کتاب

خاتون کا
دسترخوان

شائع ہو گئی

ملنے کا پتہ : ۳۷، اردو بازار کراچی

طلحہ کا جی چاہا اپنی محبت کا واسطہ دے کر جانے سے روک لے، اپنا وعدہ معاف کرالے، مگر کس برتے پر، اس نے تو سب کچھ سیکھا ہی محض اپنی رہائی کے لیے تھا، اور اتنی جلدی سب سیکھنے کا مقصد جلد رہائی تھی۔

"طلحہ میں آپ سے کچھ کہنا چاہتی ہوں۔" وہ نظریں جھکائے آہستہ سے بولی، انگلیاں مروڑتی وہ سخت بے چین نظر آرہی تھی۔

"ہاں کہو!" وہ اس سے بھی زیادہ حیران پریشان تھا۔

"آپ" وہ یہ کیا سن رہا تھا۔

"وہ وہ۔ آپ نے جو کچھ کیا وہ آپ کا فعل تھا، آپ نے جھوٹ بولا، دھوکا دیا اسی لیے مجھے آپ سے نفرت تھی، مگر میں نے سارا معاملہ خدا پر چھوڑ دیا ہے۔ اپنی ذات کے حوالے سے میں نے آپ کو معاف کیا، آپ بھی میری بدتمیزیاں، اور گستاخیاں معاف کردیں اگر آپ چاہیں تو میں عمر بھر یہاں رہنے کو تیار ہوں۔" وہ کیا کہہ رہی تھی حیرت سے آنکھیں پھاڑے وہ بے یقینی سے اسے دیکھے جارہا تھا۔

"یہ.... یہ تم کیا کہہ رہی ہو عینی، تم..... تم ہوش میں تو ہو....."

وہ اس کی بے یقینی کو سمجھتی تھی، اعتماد سے اس کی آنکھوں میں جھانکا۔

"ہاں ہوش میں تو اب آئی ہوں۔" وہ دھیرے سے بولی۔

"مگر یہ انقلاب یہ تبدیلی عینی یہ کیا ہے، نیا کھیل یا کوئی نئی چال۔"

"کچھ بھی نہیں، بدگمانی کو دل میں جگہ نہ دیں، میرے اندر اسلام کی روشنی پھیلی تو مجھے ہر چیز صاف دکھائی دینے لگی، میں نے درس و تدریس کی محفل میں جا کر اپنی ذات کا ادراک حاصل کیا، ورنہ میں تو اندھیروں میں بھٹک رہی تھی، اچھائی، برائی کی تمیز سے قاصر تھی، نفس کے آگے کمزور تھی، بہت خطاکار ہوں میں، مگر اب ایمان کی روشنی میں اچھائی برائی میں تمیز کر سکتی ہوں، جس عورت سے اس کا شوہر ناخوش ہو۔ وہ اللہ کے نزدیک ناپسندیدہ ہوتی ہے۔

پلیز طلحہ مجھے معاف کر دیں۔" وہ ہاتھ باندھے اس کے سامنے کھڑی تھی، آنسو تواتر سے بہہ رہے تھے اور خود طلحہ کو تو جیسے سکتہ ہو گیا تھا۔

"عینی، تم تم...." وہ آگے کچھ بول نہ سکا، اس کے بندھے ہاتھ اپنے مضبوط ہاتھوں میں جکڑ لیے۔

"تم کامیاب ہو گئی ہو عینی، خدا کی طرف کوئی ایک قدم چلے تو وہ دس قدم چل کر آتا ہے، تم نے نیکی کی راہ پر قدم رکھا تو تمام آسائشیں تمہارے پاس چلی آئی ہیں، تم امتحان میں کامیاب ہو گئی ہو، اوہ میرے خدا، تیرا لاکھ لاکھ شکر ہے۔"

وہ پاگلوں کی طرح بے ربط جملے بول رہا تھا، خوشی کے مارے اس کی حالت دیوانوں جیسی ہو رہی تھی، وہ حیرت سے اسے دیکھ رہی تھی، اس نے اس کی حیرانی بھانپ لی تھی۔

"آؤ تمہیں سب کچھ بتا دوں، مزید تمہیں تنگ کر کے گنہگار نہیں ہونا چاہتا۔" اس کا ہاتھ تھام کر اسے اپنے قریب بٹھا لیا، اور اسے پوری کہانی سنا دی، وہ حیرت اور خوشی سے سب سن رہی تھی۔

"اس کا مطلب ہے پاپا بھی اس منصوبے میں شامل تھے۔"

"ہاں وہ بھی تمہاری عادات سے تنگ تھے۔ اصلاح کا کوئی طریقہ ان کے نزدیک کارگر نہ تھا، سو میری ترکیب پر انہوں نے بھی رضامندی دے دی اور دیکھ لو، تمہارے یوں بدلنے سے کتنے لوگوں کو خوشیاں ملیں گی۔"

"مگر منیعہ اور شہرینہ نے بھی مجھے خوب بے وقوف بنایا، میری دوست ہو کر بھی بے خبر رکھا۔" وہ گلہ کرنے لگی۔

"سب جانتے تھے، اور مجھے آپ نے کتنا ستایا، کتنا رلایا، بڑے خراب ہیں آپ۔"

"ارے ارے شوہر سے ناراض نہیں ہوتے۔" اور وہ اس کی بات سن کر شرمندہ سی پاس بیٹھ گئی۔

"نہیں، میں ناراض نہیں ہوں۔" اس نے اتنی معصومیت سے تردید کی کہ وہ خود پر قابو نہ پا سکا، خود سے قریب کر لیا۔

"عینی صبر کا پھل میٹھا ہوتا ہے، تھوڑی سی محنت کر

کے جو انعام ملتا ہے' وہ بن مانگے ملنے والی دولت سے لاکھ درجے بہتر ہوتا ہے' خدا نے تمہاری نیکی کے بدلے میں تمہیں ہر وہ چیز دے دی ہے' جس کی تمہیں آرزو تھی۔

تمہیں پتا ہے' عید میں صرف چند ہفتے باقی ہیں' اور میں سب لوگوں کو عید کے ساتھ ساتھ یہ خوشخبری بھی سناؤں گا دوہری عید ہو جائے گی۔"

اس نے حیرت سے کہا۔ "مگر میں تو عید کو بھولی بیٹھی تھی۔"

"مجھے یاد تھا' اور دل بہت پژمردہ تھا' تم نے رہائی مانگی تھی' میں وعدے کا پکا ہوں تم جس تندہی سے سارا کام سیکھ رہی تھیں' میں سمجھتا تھا کہ کامیاب ہو کر تم جلد از جلد جانا چاہتی ہو' اس لیے' بہت بے چین تھا' کل بابا فون پر کہہ رہے تھے اب جلدی سے گھر آجاؤ' عید آرہی ہے' اور بہو کی پہلی عید ہم اپنے گھر شاندار طریقے سے منائیں گے۔"

"ہاں چلیں' میں بھی سب لوگوں کے بغیر بہت اداس ہو گئی ہوں۔" وہ جلدی سے بولی۔

"تم سب لوگوں سے مل لو' میں کچھ کام نبٹالوں پھر چلیں گے۔"

وہ کنیز بھابھی' فوزیہ' نازیہ سب سے گلے ملتے ہوئے حقیقتاً" بہت اداس تھی' یہ لوگ بہت مخلص اور پیار کرنے والے تھے' اگرچہ دولت اور عیش نہیں تھا' مگر خلوص اور سچے جذبوں کی کمی نہ تھی' ان کے حسن سلوک نے اسے خود کو سنوارنے میں بہت مدد دی تھی' ماسی تو اس کی محسن تھیں' ان کی باتوں نے اسے ایک مثالی عورت' جس سے اس کا شوہر بھی خوش تھا' بننے میں بہت حوصلہ دیا تھا' صبر برداشت کی عادتیں' اسے یہاں آکر ہی معلوم ہوئی تھیں' اور اس امتحان میں کامیاب ہونے پر ملنے والا انعام بہت خوب صورت تھا۔

واقعی خدا کسی کو مایوس نہیں کرتا' اعتماد کی کمی انسان کے اندر ہوتی ہے۔ سب نے اسے' بہت پیار اور دلگرفتہ ہو کر رخصت کیا تھا ان لوگوں کے درمیان رہتے ہوئے ان سے انسیت ہو گئی تھی۔

"بیگم صاحبہ پلیز خود کو سنبھال لیں' یہ رونا دھونا تو بہت کر چکیں اب مسکرا دیں۔" اسے مسلسل آنسو پونچھتے دیکھ کر وہ ہنستے ہوئے بولا۔

"بھئی اب تو ہمیں بکرا منڈی بھی جانا پڑے گا۔" اس نے ایک دم تشویش سے کہا۔

"کیوں۔" عینی نے حیرانی سے پوچھا۔

"بھئی قربانی کے لیے بکرے خریدنے ہیں ایک تمہارا ایک میرا اہم دونوں ہی پر قربانی فرض ہے۔"

"سچ میرے نام کی بھی قربانی ہو گی' بہت مزا آئے گا۔" وہ بچوں کی طرح خوش ہو کر بولی۔

"بھئی ایک قربانی تو تمہاری اللہ کی راہ میں قبول ہو گئی ہے' اب دوسری بھی ہو جائے گی' آپ تو نیک خاتون بن گئیں' میں کہاں جاؤں گا۔" وہ مسکینی سے بولا۔

"آپ بھی انشاء اللہ میرے ساتھ ہوں گے' نیک عورتوں کو جن کے شوہر ان سے خوش ہوں' آخرت میں اپنے شوہر ملتے ہیں میں اللہ سے آپ کو مانگ لوں گی۔" اس کے لہجے میں ذات باری تعالیٰ کی ذات پر سچا اعتماد جھلک رہا تھا' ایک سچا اور کامل مسلمان ایسے ہی پر امید ہوتا ہے۔ کتنی محبت تھی اس کے لہجے میں طلحہ کے لئے۔

"اوہ' زندہ باد۔" اس نے جوش سے نعرہ مارا طلحہ کی خوشی سے چمکتی آنکھوں میں اس کے لیے محبت ہی محبت تھی' اس نے سکون سے آنکھیں موند لیں۔

وہ اپنے شوہر کی پسندیدہ بیوی تھی' اسے ماسی کی تمام باتیں یاد تھیں' اس نے خود سے عہد کیا تھا کہ وہ بھی اب طلحہ کو اپنی جھوٹی انا اور دکھاوے کی وجہ سے ناراض نہیں کرے گی' اہمیت جتانے سے نہیں بنتی' یہ تو خود دل میں فریق ثانی کے کردار' گفتار سے پیدا ہوتی ہے۔

واپسی کے سفر میں خدا نے اتنی خوشیاں دی تھیں کہ دامن تنگ پڑ رہا تھا' اور وہ اللہ کے حضور سجدہ ریز تھی' جس نے اسے صراط مستقیم پر چلنے کی توفیق دی' اور وہ طلحہ فاران کے نام کی نسبت سے معتبر ٹھہری تھی۔

★

digest library.com